اسلام میں
تقسیم میراث کی اہمیت
مرتب
مفتی احمد اللہ نثار قاسمی
ناظم دار العلوم رشیدیہ و صدر دار الافتاء والارشاد حیدرآباد
دار العلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدر آباد

اسلام میں تقسیم میراث کی اہمیت

آیات قرآنیہ، احادیثِ نبویہ اور واقعات کی روشنی میں

مرتب

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

ناظم درالعلوم رشیدیہ حیدرآباد

ناشر

دارالعلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدرآباد

کتاب : اسلام میں تقسیم میراث کی اہمیت

مرتب : مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

ناشر : دارالعلوم رشیدیہ مہدی پٹنم

صفحات :

فہرست

غبارِ خاطر

اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے، اسکی بہت سی خصوصیات میں یہ خصوصیت بھی ہے کہ اس نے انسان کے لئے بہترین اقتصادی نظام دیا ہے، جس میں تقسیم میراث کا نظام بھی اہم ہے، اسلام نے عورت کو وہ مثالی حقوق دیے ہیں جو آج تک کوئی تہذیب یا مذہب اسے نہیں دے سکا، اسلامی تقسیم میراث میں قرابت و رشتہ داری، ضرورت و احتیاج، مصلحت و مفاد اور عدل و انصاف جیسی ساری باتوں کا لحاظ رکھا گیا۔

اسلام کے احکام فطری ہوتے ہیں، وراثت کا نظام رحم دلی و ہمدردی پر قائم ہے، محنت، طاقت و اقتدار یا مرد و بہادر ہونے پر نہیں، مرد و عورت، بڑے چھوٹے کی تفریق نہیں، بطنِ مادر میں موجود جنین بھی بڑوں کی طرح ہی میراث کے حقدار ہے، انسانی ترجیحات جس سے بلا وجہ کوئی محروم، یا بلا وجہ وارثین کے ساتھ شریک جیسا غیر معتدل و غیر فطری نظام نہیں ہے، لے پالک بیٹے (متبنیٰ) کو وارث نہیں بنایا، مگر صلہ رحمی کی شکل متبنیٰ اولاد کے لیے وصیت اور ہبہ کی شکل تو قائم کی گئی ہے۔

وہ تمام زیادتیاں جو قدیم زمانہ میں عورتوں، کمزوروں، یتیموں اور چھوٹوں کے ساتھ روا رکھی گئیں، یا زمانۂ جدید کا ظلم مساواتِ مرد وزن کے پر فریب نعرے کو گوارا نہیں کیا، انسانی قانون کے عدم اعتدال کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ کہیں عورت وراثت سے ہی محروم تھی اور کہیں اسے مرد کے برابر کا حق دار بنا دیا گیا۔

اسلام نے مالیاتی، معاشی قوانین اور اقتصادی نظام میں سرمایہ ایک یا چند ہاتھوں میں سمیٹ کر رکھنا پسند نہیں کرتا کہ چند لوگ ہی مال پر ناگ بن کر بیٹھ جائیں، قسمت کا فیصلہ کرنے لگیں، اپنی دولت کے سہارے ظلم و زیادتی کریں، جس سے طبقاتی تناؤ و تضاد پیدا ہو جائے، اسلام نے مرنے والے کا مال اولاد میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچایا؛ تاکہ سب مستفید ہوں، متروکہ مال ایک دو یا چند افراد کے ہاتھوں میں سمٹ کر نہ رہے، اسلام گردش دولت کا قائل ہے اور وراثت سے دولت کی گردش ہوتی ہے، خاندانی تعاون و تکافل فروغ پاتا ہے، خاندان کی اکائی مضبوط ہوتی ہے، خاندانی حسد اور کدورت کا خاتمہ ہوتا ہے، کیوں نہ ہو جب کوئی وارث ترکے سے محروم ہی نہیں رہ سکتا ہے۔

اسلام کے نظام مالیات سے سماجی انصاف، معاشی معیار اور اقتصادی سطح پر سماج کے افراد کے درمیان قربت پیدا ہوتی ہے، دوری اور تناؤ کا ماحول ختم ہوتا ہے، ”كَيۡ لَا يَكُونَ دُولَةَۢ بَيۡنَ ٱلۡأَغۡنِيَآءِ

مِنكُم ''(الحشر:۷)

احکام میراث سے اسلامی معاشرہ کا خاندانی نظام مستحکم ہوتا ہے، جاگیرداری نظام وارتکاز دولت کے رجحانات کا خاتمہ، چھوٹے یونٹ کا وجود جس سے قوم اور ملک کے مجموعی معاشی عمل میں قوت، تہذیبی اور تمدنی عروج نصیب ہوتا ہے۔

ابتدائے اسلام میں وصیت کا اصول کارفرما رہا کہ ہر شخص اپنی زندگی میں وصیت کے ذریعے اپنے وارثوں کے حصے اور حقوق متعین کردیتا تھا، چونکہ اس میں اس کی انفرادی پسند و ناپسند شامل ہوتی تھی، اس لیے بعد میں ایک مستقل ضابطۂ وراثت دیا گیا، البتہ وصیت میں ایک تہائی تک اجازت دیکر صلہ رحمی کے جذبات کو فروغ دیا گیا، مگر شرط یہ ہے کہ وارثوں کے علاوہ دوسرے اعزاء واقرباء، یتیموں اور مسکینوں وغیرہ کے لیے کی جائے۔

بعثت اسلام سے قبل معاشرے میں عورت کے وجود کو ناپاک تصور کیا جاتا، میراث میں اس کا حصہ تو کجا اس کو خود ترکہ کی ایک شے تصور کیا جاتا، باپ یا شوہر کے انتقال پر خاندانی عورتوں کو بھی تقسیم کرلیا جاتا، اسے تہذیباً کوئی معیوب تصور نہ کیا جاتا، انسانی تذلیل کے کئی مناظر، جن میں انسان کو غلام بنانے، ان پر تشدد کرنے کے واقعات، لڑکیوں کی پیدائش کو معیوب سمجھنا، انہیں پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کرنے کی روایات، یتیموں کے اموال کو ناحق اپنے تصرف میں لانے کا رجحان، عورتوں کے ساتھ نازیبا طرز عمل، غیر اخلاقی صورتیں اختیار کرنا، حتیٰ کہ ان کی خرید و فروخت تک کو ناجائز تصور کرلینا، وراثت صرف ان مردوں میں تقسیم ہونا جو میدان جنگ میں لڑنے کے قابل ہوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو میراث سے محروم کردینا، جائیداد میں غیر مستحقین کو بھی وارث تصور کیا جانا، حقیقی ورثاء کا محروم ہوجانا، غلاموں، بیواؤں اور یتیموں کے لئے دادرسی کا کوئی قانون نہ رہنا وغیرہ دسیوں ناگفتہ بہ حالات تھے، اسلام نے عورتوں کو آج سے پندرہ صدی قبل وارث بنایا؛ جب کہ انہیں سامان اور بکاؤ مال سمجھا جاتا، جو وارث تو کیا ہوتیں سامانوں کی طرح دوسروں کی ملکیت میں ترکہ کی طرح منتقل ہوا کرتیں، اسلام نے انہیں اسی وقت سے عزت دی؛ جبکہ ان کی کوئی عزت نہیں تھی، میت سے تعلق میں عورتیں اسی طرح ہیں جس طرح مرد اور جس طرح مرد وارث ہوتے ہیں، اسی طرح عورتیں بھی، خواہ مال کم ہو یا زیادہ ''لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا'' (النساء:۷) اجمالی ذکر کے بجائے عورتوں کے حصہ کو مستقل صراحتاً ذکر کیا، مالِ وراثت چاہے زیادہ ہو یا کم، منقولہ وغیر منقولہ، ہر حال میں عورت بھی حصہ پائے گی، ''نَصِيبًا

مَفۡرُوضًا'' کہہ کرتا کید کر دی کہ مالِ وراثت میں عورتوں کا حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ ہے جس میں نہ کوئی کمی ہوگی نہ محرومی۔

دیگر مذاہب کی طرح اگر عورت کو میراث سے محروم کر دیا جاتا تو مردوں کے اندر بڑائی، عورتوں پر برتری کا احساس، انانیت اور تسلط کا جذبہ پیدا ہو جاتا، جس سے عورتوں پر ظلم کا دروازہ کھل جاتا، ان کے حقوق کو پامال کیا جاتا، انہیں اپنی خواہشات کا تختہ مشق بنا کر حیوانیت کا سلوک برتا جاتا، جیسا کہ ماضی میں ہوا ہے۔

قرآن مجید نے کہیں میراث کی صحیح تقسیم پر جذباتی انداز میں ابھارا کہ ذرا سوچو! اگر تمھارا انتقال ہو، تمھارے چھوٹے بچے ہوں، دوسرے لوگ مال پر قبضہ کر کے تمھارے وارثین کو محروم و بے سہارا کر دیں تو تم پر کیا گذرے گی؟ اسی طرح تمھیں بھی کسی کے مالِ میراث پر قبضہ کرنے سے بچنا چاہیے۔ ''وَلۡيَخۡشَ الَّذِينَ لَوۡ تَرَكُوا مِنۡ خَلۡفِهِمۡ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيۡهِمۡ '' (النساء:٩)

اور کہیں عذاب کی دھمکی دی کہ جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ کو آگ کے انگاروں سے بھرتے ہیں اور وہ ضرور بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔ ''إِنَّ الَّذِينَ يَأۡكُلُونَ أَمۡوَالَ الۡيَتَامَىٰ ظُلۡمًا إِنَّمَا يَأۡكُلُونَ فِي بُطُونِهِمۡ نَارًا وَسَيَصۡلَوۡنَ سَعِيرًا'' (النساء:١٠)

بجائے اس تعبیر کہ ''عورت کے لیے مرد کے حصہ کا نصف ہے، یا دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر حصہ ملے گا'' عورت کے حصہ کی اہمیت اجاگر کرنے حصۂ نسواں کو اصل پیمانہ قرار دیکر اس کی نسبت سے مردوں کا حصہ بیان کیا کہ ''مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔'' (النساء:١١) قرآن کی یہ بلیغ تعبیر میراث میں لڑکی کو حصہ اصل اور پیمانہ بنا دیا۔

یہ ذہن میں رہے کہ اسلام میں میراث کی تقسیم کا نظام کسی انسان نے نہیں؛ بلکہ خود خالق کائنات نے بنایا ہوا ہے، اس نظام کی باریکی، انصاف اور حد درجہ توازن سمجھ میں آئے گا، جس کی حکمت و گہرائی تک رسائی حاصل کرنا کسی انسانی عقل کے لئے ممکن نہیں۔

اسلام نے انسانی زندگی کے مسائل کے ساتھ موت کے بعد کے مسائل کا حل بھی بتا دیا، شریعت کے دیگر احکام کے مقابلے میں میراث کے احکام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بذاتِ خود اس کی تفصیلات کا ذکر کیا ہے، میراث کو ''فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ'' اور ''حُدُودُ اللَّهِ'' سے تعبیر کیا ہے، جس سے قانون میراث کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

یہ رسالہ میراث کی اہمیت پر مرتب کیا گیا ہے، منبر ومحراب کے ذریعہ میراث کی اہمیت پر شعور بیداری وقت کا اہم تقاضہ ہے، احکام میراث پر عمل نہ ہونے یا تاخیر سے تقسیم ہونے کی وجہ سے خاندانوں میں منافرت ومشاجرت جڑ پکڑ رہی ہے۔

اللہ رب العزت سے دعاء ہے کہ قبول فرمائے اور نافع بنائیں--- آمین

احمد اللہ نثار قاسمی
ناظم دار العلوم رشیدیہ، حیدرآباد
۱۲؍صفر المظفر ۱۴۴۴ھ
12/09/2022

باب اول

وفات کے بعد ترتیب وار چار کام

انسان کے مرنے کے بعد اسکے مال سے ترتیب وار چار کام متعلق ہوتے ہیں:
۱۔تجہیز وتکفین۔
۲۔قرضہ کی ادائیگی۔
۳۔تہائی مال سے وصیت پوری کرنا۔
۴۔میراث تقسیم کرنا۔

۱۔تجہیز، تکفین اور تدفین

۱۔سب سے پہلے میت کے مال سے تجہیز، تکفین اور تدفین کا انتظام مسنون طریقہ پر کیا جائے گا؛ کیونکہ جیسے زندگی میں بدن کا لباس قرض سے مقدم ہے، قرض خواہ قرض کی وجہ سے بدن کے کپڑے نہیں لے سکتا، اسی طرح موت کے بعد قرض کی وجہ سے کفن سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

میت کے مال سے پہلے اس کا حق متعلق ہوتا ہے، انسان کی تکریم کا جس طرح حالتِ حیات میں خیال رکھا ہے، اس کے مرنے کے بعد بھی اس کا خیال رکھا ہے، اسی لئے سب سے پہلے اس کی تجہیز وتکفین کا حکم دیگر ترکہ میں اس کو سب سے مقدم رکھا گیا ہے، نیز ممکن ہے میت کے ورثاء اس کی تدفین کا خرچہ اپنے مال سے برداشت نہ کریں اور مورث کے مرتے ہی اس کا سارا مال ورثاء کے قبضے میں چلا جائے، ورثاء کے علاوہ کوئی اور اس خرچ کو برداشت کرنے تیار نہ ہو، اگر چہ یہ عمومی بات نہیں ہے، لیکن ایسی صورتیں پیش آسکتی تھیں۔

البتہ غیر ضروری چیزیں شامل کرنا جائز نہیں، جیسے: کفن کا کپڑا ضرورت سے زیادہ خریدنا یا جائے نماز خرید کر تقسیم کرنا، کفن پر زائد چادر اڑانا وغیرہ۔

میت کے مال سے کھانا کھلانا جائز نہیں

جب میت کے کفن میں یہ احتیاط ہے تو پتہ نہیں لوگ میت کے مال سے دعوتیں کرنا کیونکر حلال سمجھ جاتے ہیں، مردہ کے مال سے کھلانا بہت زیادہ برا فعل ہے، انسانی فطرت ہے کہ جب گھر میں کوئی مرجائے

تو وہ خود بھی کھانے کے لئے تیار نہیں ہوتا، چہ جائیکہ وہ دوسروں کو کھلانا شروع کر دے، اسی وجہ سے اسلام نے تین دن تک مردے کے رشتہ دار اور پڑوسی کو حکم دیا ہے کہ میت کے گھر کھانا بھیجیں۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانے کا بندوبست کرو، اسلئے کہ اُن پر غم آیا ہے، جس نے اُن کو کھانے سے بے پرواہ کر دیا ہے۔

"اصْنَعُوا لِآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا، فَقَدْ أَتَاهُمْ أَمْرٌ يَشْغَلُهُمْ". (۱)

میت کے مال سے زیارت، چلہ، چالیسواں، ایصالِ ثواب وغیرہ کرنا درحقیقت مالِ مفت دلِ بے رحم کا مصداق ہے، یہ مال اب اس مردے سے ورثاء کی طرف منتقل ہو گیا، ورثاء میں بیوہ یا بیوائیں ہیں، ممکن ہے یتیم بھی ہوں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کسی بیمار کی عیادت کے لیے گئے، ابھی وہیں بیٹھے تھے کہ مریض پر سکرات کی کیفیت طاری ہوگئی، مریض کے قریب ایک چراغ جل رہا تھا، جب اس کا انتقال ہو گیا تو امام صاحب نے فوراً وہ چراغ بجھا دیا، کسی نے کہا: اس وقت تو روشنی کی ضرورت تھی کہ کفن وغیرہ کا انتظام کریں، آپ نے ضرورت کے وقت ہی چراغ بجھا دیا، آپؒ نے فرمایا: یہی وقت اس کے بجھانے کا تھا، اس لیے کہ جب تک یہ شخص زندہ تھا یہ چراغ اس کی ملکیت تھی، اب اس کے انتقال کے بعد یہ چراغ اس کے وارثوں کی ملکیت میں چلا گیا۔ (۲)

حضرت عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب میرے چچا کا انتقال ہوا تو میرے والد چٹائی پر بیٹھے تھے، بے ہوش ہو گئے تھے، ہوش آنے پر فرمایا کہ "یہ چٹائی کو میراث میں داخل کر دو اسے اب استعمال نہ کرنا؛ کیونکہ اس میں ورثاء کا حق شامل ہو گیا ہے۔

(۱) مسند احمد ۳/ ۲۸۰، حدیث: ۱۷۵۱، مؤسسۃ الرسالہ
(۲) تقسیم میراث کی اہمیت ۱۸۶ : مولانا عبدالرؤف سکھروی

حضرت ابولعباس خطاب رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے شخص کی تعزیت کے لیے حاضر ہوئے جس کی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا، وہ شخص چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھا، آپؒ گھر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اس شخص سے فرمایا: کیا تمہارے علاوہ بھی کوئی وارث ہے؟ جواب دیا: جی ہاں! آپؒ نے فرمایا: تیرا اس چیز پر بیٹھنا کیسے جائز ہے؟ جس کا تو مالک نہیں ہے؟ اس شخص کو تنبیہ فرمائی اور چٹائی اٹھادی۔

حضرت حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوست بسترِ مرگ پر آخری سانسیں لے رہا تھا، کچھ اور لوگ بھی موجود تھے، جونہی دوست نے آخری سانس لی، آپ نے فوراً چراغ بجھا دیا، لوگوں نے پوچھا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: اس وقت تک تو ہمارے دوست کا مال تھا؛ لیکن اب اس چراغ کا تیل یتیموں کا مال اور ان کی امانت ہے اس لئے بجھا دیا۔

ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ڈاکٹر عبدالحیارعارفی رحمۃ اللہ علیہ مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادوں مفتی رفیع عثمانی صاحب حفظہ اللہ، مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ سے ملنے گئے، طبیعت کچھ ناساز ہونے لگی تو مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے والد مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رکھی ہوئی دوائی معجون پیش کی، حضرت نے پوچھا کہ کیا جائیداد تقسیم کرلی؟ جواب دیا کہ: نہیں! تو پھر کیسے تم سب کی اجازت کے بغیر حلوہ پیش کر رہے ہو؟ حضرت بھی مفتی تقی عثمانی ہیں، فرمایا: حضرت سب وارثین حاضر ہیں، سب کی اجازت سے ہی پیش کر رہا ہوں۔

۲۔ قرضہ ادا کر دیا جائے

۲۔ دوسرے نمبر پر میت پر واجب الاداء قرضے ادا کئے جائیں گے بشرطیکہ میت نے قرض کا اقرار زبانی یا تحریراً کیا ہو، قرض کے عوض جتنا مال میت کے پاس موجود ہے وہ اسکا ہے ہی نہیں؛ بلکہ اُس مال کی حیثیت امانت کی ہے اور جس مال پر میت کو ملکیت حاصل نہیں تھی اس مال میں میراث جاری نہیں ہوگی۔

قرض کا معاملہ میت کے ترکہ سے متعلق کر دینے میں حکمت یہ ہے کہ مال سے قرض پورا نہ ہو تو زندہ ورثاء پر یہ قرض ادا کرنا لازم نہ آئے، ورثاء اپنی مرضی سے ادا کرنا چاہیں تو احسان اور نیکی ہے؛ مگر لازم نہیں

ہے، کوئی اُن کو مجبور نہیں کرسکتا، اگر قرض کی ادائیگی ورثاء پر لازم ہوتی تو بے شمار لوگ قرض کے مدعی بن کر آجاتے اور ورثاء کو تنگ کرنا شروع کردیتے کہ ہمارا اتنا قرض تھا ادا کرو یا عین ممکن تھا کہ مرنے والا اپنے ورثاء سے ناراض ہو کر اُن کو تنگ کرنے کے لئے لوگوں کے جھوٹے قرض کا اقرار نامہ لکھ جائے کہ فلاں فلاں کا مجھ پر اتنا قرض ہے، ورثاء کو ادا کرنے کا پابند بنائے۔

اگر پورا مال قرض میں ختم ہو گیا تو وصیت باطل ہو جائے گی اور نہ کوئی وراثت جاری ہوگی، اگر مال قرض سے کم پڑ گیا تو پورے ترکہ کو قرض خواہوں کے قرضوں کے حساب سے تقسیم کیا جائے گا، ورثاء محروم ہو جائیں گے، گویا قرض خواہ اُس کے وارث بن گئے، اگر ورثاء اپنی مرضی سے پورا قرض یا کچھ حصہ ادا کردیں تو اس احسان کا اجر ملے گا اور مردے کا ذمہ بھی عنداللہ فارغ ہو جائے گا۔

قرض کو وصیت پر مقدم اس لئے رکھا گیا کہ قرض میت پر موت سے پہلے تھا جس کا ادا کرنا فرض ہے، فرض کا مطالبہ کرنے والے قرض خواہ مانگ رہے ہیں، جبکہ وصیت ایک عطیہ ہے، نہ کہ فرض۔

نیز میت نے وصیت اپنے مال سے دینے کی کی ہے، جب اُس کا مال بچا ہی نہیں تو وصیت خود بخود باطل ہو جائے گی، اور کیوں باطل نہ ہو جب قرض کی ادائیگی میں سارا مال ختم ہو گیا، ورثاء بھی محروم ہو گئے تو موصیٰ لھم کی کیا حیثیت ہے کہ وہ مطالبہ کریں، اگر وصیت کو پہلے پورا کیا جائے تو قرض داروں کے لئے کچھ نہیں بچے گا، نفل کو فرض پر مقدم کرنا لازم آئے گا، جو نہ شرعاً درست ہے نہ عقلاً، اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور حکیم کا کوئی بھی کام حکمت اور فلسفہ سے خالی نہیں ہوتا، کسی انسان کے سمجھ میں نہ آنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ کے قوانین کی کوئی حکمت نہیں۔

علاوہ ازیں [۱] جو چیز میت نے کسی سے عاریت کے طور پر مانگ کرلی ہو [۲] جو چیز میت کے پاس امانت رکھی گئی ہو اور [۳] جو مال میت نے کسی کا غصب کرلیا ہو اور اس کا ضمان ادا نہ کیا ہو [۴] اور جو مال چوری یا خیانت کے ذریعے سے حاصل کیا گیا ہو، اس پر میت کی ملکیت حاصل نہیں ہوگی تو وہ مال وراثت میں منتقل نہیں ہوگا؛ کیوں کہ وہ مال میت کا تھا ہی نہیں۔

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت سیدنا صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخاۃ اور دینی گہری دوستی تھی، ایک دن حضرت صعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: بھائی ہم میں سے، جو پہلے مر جائے اسے چاہیے کہ وہ دوسرے کو خواب کے ذریعہ اپنے حال سے آگاہ کرے کہ مرنے کے بعد اس پر کیا گزری؟

حضرت عوفؓ نے کہا کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ کہا: ہاں! ایسا بالکل ہوسکتا ہے، کچھ دن بعد حضرت صعبؓ کا ہی انتقال ہو گیا، حضرت عوفؓ نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا: آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟ فرمایا: میری بہت سی خطائیں بخش دی گئیں! حضرت عوفؓ نے اُن کی گردن میں سیاہ نشان دیکھ کر پوچھا'' یہ سیاہ نشان کیا ہے؟ فرمایا: میں نے فلاں یہودی سے دس دینار قرض لے کر اپنے ترکش (تیر رکھنے کے تھیلے میں رکھ دیئے تھے) تم وہ دینار اس یہودی کو واپس لوٹا دینا، یہ نشان اسی قرض کی وجہ سے ہے، حضرت عوفؓ فرماتے ہیں: میں بیدار ہو کر ان کے گھر پہنچا، گھر والوں سے ترکش منگوایا، اس میں دیناروں کی تھیلی موجود تھی، میں نے یہودی کو بلوایا، جب وہ آیا تو میں نے تصدیق کر کے حضرت صعبؓ کا قرضہ ادا کر دیا، دوسری رات جب خواب دیکھا کہ داغ درست ہو چکا ہے، اور وہ بڑے آرام میں ہیں۔(۱)

جب صحابیٔ رسول کے ساتھ یہ عالم ہے تو ہما شما کا کیا اعتبار ہے؟ آپ ﷺ جب بھی کسی جنازہ میں تشریف لے جاتے تو دریافت فرماتے کہ میت کے ذمہ کسی کا قرض ہے؟ میت نے کوئی مال چھوڑا ہے؟ اگر اس کے ذمہ کسی کا قرض ہوتا اور ادائیگی کے لیے مال بھی چھوڑا ہوتا تو آپ ﷺ مال سے پہلے قرض ادا کرتے، پھر باقی مال ورثاء کے درمیان تقسیم ہوتا اور اگر کوئی مال نہ ہوتا تو قرض کی ادائیگی اور بچوں کی کفالت کا نظم آقاء ﷺ خود فرماتے، بعض مرتبہ جب تک قرض کی ادائیگی کا نظم نہ ہوجاتا، آپ ﷺ زجر وتنبیہ کے طور پر نماز جنازہ نہیں پڑھاتے۔(۲)(۳)

پسماندگان کو چاہیے کہ مرحوم کے قرض کے معاملے میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کریں، ورنہ جب تک اس کا قرض باقی رہے گا مرنے والے کی روح جنت میں جانے سے روک دی جائے گی، قرض بندے کا حق ہے جب تک بندے کا حق باقی رہے گا، جنت کا فیصلہ نہیں ہوگا، جو قرضے مرنے والا لکھ کر چھوڑ گیا ہو وہ تو ادا کرنے ہی ہیں، اس کے علاوہ بھی اگر یہ اندیشہ ہو کہ مرحوم کو قرضے وغیرہ لکھنے کی عادت نہیں تھی، تو اس صورت میں جن لوگوں سے اس کے معاملات ہوتے تھے ان سے معلوم کر لینا چاہیے اور جو قرضے ثابت ہو

---

(۱) تقسیم جائیداد کے اسلامی اصول، ص: ۱۸۰، از الاصابہ فی تمییز الصحابۃ۔

(۲) بخاری: ۲۲۸۹، ۵/ ۵۸۱، بخاری: ۲۲۹۸، ۵/ ۵۹۶، دار طوق النجاۃ

(۳) آپ ﷺ مقروض کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھانا ابتدائی دور کے حالت میں سے ہے جس میں مال کی وسعت نہیں تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ دوسرے کا مال جب لیا جائے تو اول مرحلہ میں اس کو لوٹانے کی کوشش کی جائے، لاپرواہی نہ ہو؛ تاکہ غیر کا مال ضائع نہ ہو اور جب اسلام میں وسعت آئی تب آپ ﷺ مقروض کی نمازِ جنازہ بھی ادا فرماتے تھے اور ادائیگی قرض کو اپنے ذمہ لے لیتے تھے۔(دار الافتاء بنوری ٹاون، فتوی نمبر: ۱۴۴۲۰۴۲۰۰۵۴۶)

جائیں ان کوادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

حضرت مولانا عبدالرؤف سکروی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا کا واقعہ

شریعت کا حکم یہی ہے کہ تدفین کے فوری بعد قرضہ، وصیت اور میراث کے احکام نمٹائے جائیں، حضرت مولانا عبدالرؤف سکرویؒ فرماتے ہیں کہ میرے دادا کا معمول تھا کہ جب برادری میں کسی کا انتقال ہوتا تو اس کی تدفین سے فارغ ہونے کے بعد قبرستان سے میت کے گھر آتے، دروازے کے باہر بیٹھ جاتے، چونکہ زمانہ غربت کا تھا لوگوں کے پاس دولت زیادہ بھی نہیں ہوتی تھی، گھر والوں سے کہتے مرنے والوں نے جو کچھ مال چھوڑا ہے باہر لے آؤ؛ تاکہ وارثین میں تقسیم کردوں، گھر والے جو کچھ مال ہوتا باہر بھیج دیتے، حضرت دادا جان وہیں بیٹھے بیٹھے میراث تقسیم فرما کر پھر اپنے گھر تشریف لے جاتے، آج سالوں گذر جائیں گے، میراث تقسیم نہ ہوگی، البتہ بقیہ سب غیر ضروری اور رواجی کام کئے جائیں گے۔(۱)

۳۔تہائی مال سے وصیت پوری کرنا

۳۔تیسرے نمبر پر میت کی وصیت پوری کی جائے گی، زندگی میں اپنے مال میں تصرف کا مکمل حق واختیار تھا، موت کے وقت نیکی وعمل صالح میں جو اس سے کوتاہی ہوئی ہے، اس کی تلافی صدقہ وخیرات اور دادودہش کے ذریعہ باقی رکھا، جس محسن کی میراث لی جارہی ہے، اس کا اتنا تو حق بنتا ہے کہ اس کا کہا مانا جائے، جائز وصیت کا پورا کرنا وارثین پر واجب ہے، مثلاً چھوٹے ہوئے نماز، روزہ، حج، مسجد کی تعمیر، کسی مدرسہ یا خدام دین کی خدمت، کسی غریب محتاج کی مدد، غیر مسلم رشتہ دار کے حق میں وصیت وغیرہ پوری کی جائے۔

دیگر اقوام میں مورث کو مکمل اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے مال میں آخر دم تک جس طرح چاہے تصرف کرے، چاہے تو پورے مال کی وصیت جس کے لئے چاہے کرے اور وارثین میں سے جس کو چاہے محروم کردے، جسے چاہے جتنا نواز دے، آج تو ایسی بھی قومیں ہیں کہ وہ اپنے مال کی وصیت انسان نہیں؛ بلکہ جانوروں کیلئے بھی کرسکتے ہیں، حتی کہ غیر جاندار اشیاء کے لیے بھی وصیت کی جاتے ہے، اس کے بالمقابل دوسری قومیں ایسی ہیں، جس میں صاحب مال کو وصیت کا کوئی اختیار حاصل نہیں، اسلام نے اس معاملے میں بھی جانبین میں اعتدال رکھا۔

(۱) تقسیم وراثت کی اہمیت، ص:۱۸۶

''مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ ٱللَّهِ ''(۱)

وصیت کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کی پابندی ضروری ہوگی: [۱] یہ وصیت میت کے مال کے ایک تہائی حصے سے زیادہ نہ ہو، اگر وصیت ایک تہائی میراث سے زیادہ ہو تو صرف ایک تہائی کو ادا کیا جائے گا، زیادہ وصیت پوری کرنا ضروری نہیں، البتہ اگر سب بالغ ورثاء راضی ہوں تو پورا کر دیں [۲] وصیت ناجائز نہ ہو، ناجائز وصیت پر عمل ناجائز ہے، مثلاً میرے مرنے کے بعد فلاں مزار پر چادر چڑھا دیں، چالیسواں کرنا، فلاں مندر کو اتنی رقم دیدینا وغیرہ [۳] وصیت وارث کے لئے نہ ہو، اسلام کے عادلانہ تقسیم کے باوجود وارث کے لئے وصیت کرنا اللہ کی تقسیم پر عدم اعتماد اور عدم رضامندی کے مترادف ہوگا۔

۴۔ تقسیم میراث

۴۔ چوتھے نمبر پر میراث کی تقسیم ہے، جسکی تفصیل زیرِ بحث ہے، جن لوگوں کے دلوں میں اللہ نے آخرت کی فکر پیدا فرمائی وہ سب سے پہلے میراث کی تقسیم کا اہتمام کرتے ہیں، شریعت کا حکم یہی ہے کہ انتقال کے بعد سب سے پہلے تجہیز وتکفین اس کے بعد قرضہ ادا کرنا، اس کے بعد تہائی مال سے وصیت پوری کرنا، اس کے بعد اہم ترین فرض یہ ہے کہ میراث تقسیم کردی جائے، جتنی جلدی میراث تقسیم کی جائے گی، اتنی ہی جلدی انسان کو عافیت مل جائے گی، میراث کی تقسیم میں جتنی دیر ہوگی اتنی ہی الجھنیں دشواریاں بڑھتی جائیں گی، یہاں تک کہ بھائی بہن کو ایک دوسرے کا گلا کاٹنے اور ایک دوسرے کے خلاف کورٹ میں کیس درج کرانے میں آسانی لگتی ہے، انتقال کے بعد وارثین کے دل نرم ہوتے ہیں، صدمہ ہوتا ہے، دنیا کی محبت دل سے کافی نکل چکی ہوتی ہے، ایسے وقت زیادہ حقوق مانگنے کی فکر نہیں ہوتی، تقسیم کا معاملہ آسان ہوتا ہے، مرنے والے کے جوں جوں دن گزر جائیں گے صدمہ کم ہوگا، دل میں دنیا کی محبت بڑھتی جائے گی، نتیجے میں میراث کی تقسیم مشکل ہوجائے گی، ہر شخص اپنی من مانی کرنا چاہے گا۔(۲)

آیت میراث کے نزول کا پس منظر

تفسیر قرطبی میں ہے کہ: حضرت اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے پس ماندگان میں اہلیہ ام کُجّہ اور تین بیٹیاں چھوڑیں، حضرت اوس بن ثابت کے چچا زاد بھائی سوید اور عرفجہ ان کے وصی

---

(۱) النساء: ۱۲

(۲) تفسیر قرطبی ۵/ ۷۴، تفسیر مظہری ۲/ ۱۹، تقسیم میراث کی اہمیت: ۱۵

بھی تھے، انھوں نے سارا مال خود لے لیا اور اہلیہ ام کُحّہ اور حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی بیٹیوں کو جائیداد میں حصے سے محروم کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور سارا ماجرا عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مکان لوٹ جاؤ، جب تک اللہ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہ آئے تم صبر کرو، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سُوید اور عرفجہ کو حکم دیا کہ اللہ تعالی نے میراث میں عورتوں کا بھی حصہ مقرر فرمایا ہے؛ لہٰذا تم اوس بن ثابت کے مال کو بحفاظت رکھنا، اس میں سے کچھ خرچ نہ کرنا۔

''لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا''(۱)

تفسیر مظہری میں ہے کہ اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اور عورتوں کا حصہ ابھی تفصیلی طور سے بیان نہیں کیا گیا تھا کہ دوسرا واقعہ پیش آیا کہ قبیلہ خزرج کے ایک جلیل القدر انصاری صحابی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ جو غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے، ان کی شہادت کے بعد ان کے بھائی نے عرب کے قدیم دستور کے مطابق حضرت سعد کے کل مال پر قبضہ کر لیا، بے کس بیوہ اور ان کی معصوم دو بچیاں روتی رہ گئیں، مگر انہیں کچھ بھی نہیں دیا، بیوہ نے بچیوں کی شادی کا بھی حوالہ دیا کہ بغیر مال و اسباب کے ان کی شادی مشکل ہے، چلو میرا نہ سہی، کم سے کم ان بچیوں پر ہی ترس کھا کر کچھ بھی مال حوالہ کر دو؛ لیکن ان کا دل نہ پسیجا، مجبور و بے کس ولاچار بیوہ پریشان ہوئی، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلے، ''اسواف'' نامی مقام پر ہم پہنچے تو یہ انصاری عورت خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دولڑکیوں کو لے کر حاضر ہوئی اور اپنا دکھڑا سنائی، اپنی اور بچیوں کی بے کسی ومحرومی کی شکایت کی کہ: ان کے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو چکے ہیں اور ان کے چچا نے شہید کا کل ترکہ لے لیا ہے، ان کے لئے کچھ نہیں چھوڑا اور صورتِ حال یہ ہے کہ جب ان کے پاس کچھ مال ہی نہ ہوگا تو کوئی شخص ان سے نکاح کو بھی تیار نہ ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کی بیوی کو تسلی دی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں فیصلہ فرما دیں گے؛ حکم الٰہی کے آنے تک صبر وانتظار کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ وحی الٰہی کے ذریعہ یہ ظالمانہ قانون ضرور بدلا جائے گا، چنانچہ اسی کے بعد آیتِ میراث نازل ہوئی، آپ نے کسی کو ان لڑکیوں کے چچا کے پاس بھیجا اور بلا کر کہا کہ سعد کی بیٹیوں کو سعد کے ترکہ سے دو تہائی اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دیدو، یعنی کل مال کے

(۱) النساء: ۷

چوبیس حصہ لگاؤ، اس میں سے تین حصے بیوہ کو، آٹھ آٹھ حصے دونوں بچیوں کو دیدو اور باقی پانچ حصے تم لے لو، اس طرح آپ ﷺ نے زمانہ جاہلیت کی ظالمانہ قانون کا خاتمہ کیا۔(۱)

امام بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بنوسلمہ میں میری عیادت کے لیے تشریف لائے، مجھ پر بے ہوشی طاری تھی، آپ ﷺ نے پانی منگوایا، وضو فرمایا اور کچھ چھینٹیں مجھ پر مارے، مجھے کچھ افاقہ ہوا، میں نے پوچھا کہ میں اپنی اولاد کے درمیان اپنا مال کیسے تقسیم کروں؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

"يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ الخ"(۲)

وراثت میں ہر وارث کو اس کا حق دینا کتنا ضروری ہے، اس کا اندازہ اس رکوع میں بیان کردہ آیت سے بخوبی ہو جائے گا:

[۱] شروع آیت میں فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں وراثت تقسیم کرنے کا حکم دیتے ہیں [۲] رکوع کے آخر میں فرمایا کہ وراثت کے احکام اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، جنہیں توڑنے کی اجازت نہیں [۳] جو وراثت کو کما حقہ تقسیم کر کے اطاعت الٰہی کرے گا اور حدود الٰہی کی پاسداری کرے گا وہ ہمیشہ کے لئے جنت کے باغوں میں داخل ہوگا [۴] جو وراثت میں دوسرے کا حق مارے گا اور حدود الٰہی کو توڑے گا وہ اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے، ایسا شخص جہنم کی بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا [۵] جو شخص وراثت کے کام کو مانتا ہی نہیں، اس وجہ سے عمل بھی نہیں کرتا تو ہمیشہ کے لئے جہنم میں جائے گا اور اس کے لئے عذاب ہے۔

علمِ میراث کی اہمیت نبی کریم ﷺ کی نظر میں

میراث کی اہمیت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے علم میراث سیکھنے اور سکھانے والوں کے فضائل بتائے اور میراث میں کوتاہی کرنے والوں کے لئے وعیدیں سنائیں:

۱۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

"تم علم فرائض (علم میراث) سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ؛ کیونکہ میں وفات پانے

(۱) سنن ترمذی: ۳/ ۴۸۵، رقم: ۲۰۹۲، ابواب الفرائض، دار الغرب الاسلامی، ابوداؤد ۳/ ۸۰، رقم: ۲۸۹۳، دار الکتاب العربی

(۲) صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، رقم: ۴۵۷۷، صحیح مسلم، کتاب الفرائض، باب: میراث الکلالۃ، رقم: ۴۲۳۱، سنن ترمذی، کتاب الفرائض، باب: میراث البنین مع البنات، رقم: ۲۰۹۶)

والا ہوں اور بلاشبہ عنقریب علم اٹھایا جائے گا اور بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ دو آدمی حصہ میراث کے بارے میں باہم جھگڑا کریں گے اور انہیں ایسا کوئی شخص نہیں ملے گا جو ان کے درمیان اسکا فیصلہ کرے'' آج بہت سے دین دار کہلانے والے لوگ جو نماز، روزہ اور دیگر اسلامی احکام کے پابند تو ہوتے ہیں، ان کو ادھر اُدھر بہت ساری باتیں، قصے، کہانیاں تو یاد رہتی ہیں؛ لیکن میراث کا کوئی ایک مسئلہ بھی ان کو معلوم نہیں۔

تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ، فَإِنَّه نِصْفُ الْعِلْمِ، وَهُوَ اَوَّلُ شَيْءٍ يُنْسٰى وَهُوَ اَوَّلُ شَيْءٍ يُنْتَزَعُ مِنْ أُمَّتِيْ ۔(۱)

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، علم سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، میراث سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ میں تم سے رخصت ہونے والا ہوں اور بہت جلد وہ وقت آئے گا کہ علم کم ہو جائے گا، حتّٰی کہ دو اشخاص کا میراث کے مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، اور کوئی بھی نہیں ہوگا کہ ان کے درمیان صحیح فیصلہ کر سکے۔

''تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ، وَتَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ، وَتَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهَا النَّاسَ، فَإِنِّي امْرُؤٌ مَقْبُوضٌ، وَإِنَّ الْعِلْمَ سَيَنْقُصُ حَتَّى يَخْتَلِفَ الِاثْنَانِ فِي الْفَرِيضَةِ، فَلَا يَجِدَانِ مَنْ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا''(۲)

۳۔ عالم جو میراث کا علم نہ جانتا ہو ایسا ہے جیسا کہ بے سر کے ٹوپی یعنی اس کا علم بے زینت و بے کار ہے، سر جس میں چہرہ ہی نہیں۔

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس نے کسی وارث کے

(۱) ابن ماجہ، حدیث: ۲۷۱۹، اس حدیث کی سند ضعیف ہے، البدر المنیر ۷/۱۸۶
(۲) السنن الکبریٰ للنسائی، تحقیق حسن عبدالمنعم، ج۶، ص۹۷، رقم: ۶۲۷۱

حصہ میراث کو روکا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت سے اس کے حصے کو روکیں گے۔

۵۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ علم میراث، طلاق اور حج کو سیکھو یہ تمہارے دین میں سے ہے۔

۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم میراث میں صرف زندہ وارثین نہیں؛ بلکہ ماں کے پیٹ میں پلنے والے حمل کو بھی میراث میں حق دیا اور یہ حق میت کی متروکہ تمام جائیداد میں دیا، خواہ وہ جائیداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ، کم ہو یا زیادہ، معمولی ہو یا غیر معمولی۔

قانون میراث کی اہمیت

قانون میراث کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ فقہِ اسلامی کے بنیادی مآخذ چار ہیں: قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس، ان میں پہلے تینوں مآخذ اصل ہیں، اور جن مسائل میں ان کی رہنمائی موجود نہ ہو، وہاں قیاس واجتہاد سے مدد لی جاتی ہے، میراث کا قانون وہ اہم قانون ہے کہ یہ براہِ راست قرآن وحدیث کی صراحتوں اور اُمت کے اجماع واتفاق سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء کی آیت ۱۱، ۱۲، ۱۷۶ میں تفصیل سے میراث کے احکام کا ذکر فرمایا ہے یعنی میراث کے مسائل میں کسی امام ومجتہد کے قیاس کی بھی گنجائش نہ رکھی۔

قرآن کریم کی سورۃ النساء کی تین آیات کریمہ میں میراث کی تقسیم کا پورا بیان موجود ہے، علم میراث پر آج دنیا میں جتنی بڑی بڑی ضخیم کتابیں موجود ہیں، وہ انہی تین آیتوں کی تشریح وتوضیح ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کے کلام میں کتنی جامعیت ہے، انتہائی عدل کے ساتھ ہر حق دار کا حق بیان کر دیا۔

وراثت کا یہ علم اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ شریعت میں اسے علم الفرائض کا ایک مستقل نام دیا گیا ہے، محدثین اور فقہاء نے اس علم پر مستقل کتابیں تصنیف کیں، فتاویٰ اور اجتہاد کی صورت میں ایک عدیم المثال علم کی بنیاد رکھی گئی ہے، قواعد میراث میں چھوٹے بڑے مرد وعورت حتیٰ کہ مفقود الخبر، ولد الزنا، ولد الملاعنہ اور خنثیٰ کی میراث کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم کو سیکھنے اور سکھانے کی تلقین کی، اسے نصف علم کے برابر قرار دیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''علم تین ہیں اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زائد ہے: ان میں پہلا آیات محکمات کا علم ہے، دوسرا سنت قائمہ کا اور تیسرا انصاف کے ساتھ میراث کی تقسیم کا ہے''۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ احکام القرآن میں فرماتے ہیں:

یہ آیت (یُوْصِیْکُمُ اللہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ) ارکان دین میں سے ہے اور دین کے اہم ستونوں میں سے ہے اور امہات آیات میں سے ہے؛ اس لیے کہ فرائض (میراث) کا بہت عظیم مرتبہ ہے، یہاں تک کہ یہ ثلث علم ہے۔

''وَهَذِهِ الْآيَةُ رُكْنٌ مِنْ أَرْكَانِ الدِّينِ، وَعُمْدَةٌ مِنْ عُمَدِ الْأَحْكَامِ، وَأُمٌّ مِنْ أُمَّهَاتِ الْآيَاتِ، فَإِنَّ الْفَرَائِضَ عَظِيمَةُ الْقَدْرِ حَتَّى إِنَّهَا ثُلُثُ الْعِلْمِ''(۱)

اس علم کو علم الفرائض کا نام بھی اسی وجہ سے دیا گیا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے یا اس وجہ سے کہ اس میں ورثاء کے حصے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرما دیے ہیں۔

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۸ ہجری میں شام کا ایک سفر اس غرض سے اختیار کیا کہ وہاں پر طاعون عمواس میں جو لوگ وفات پا گئے ہیں، ان کے ترکے کو میراث شرعی کے طور پر تقسیم کیا جا سکے۔

اسلام نے میت کے ترکہ کے متعلق مفصل احکامات نافذ کر کے میت کے ترکہ پر غیر مستحقین کے قبضے اور غصب کا خاتمہ کر دیا اور اس میں غیر وارث کے لئے ذرا برابر بھی قبضہ کی کوئی گنجائش نہیں رکھی۔

جنین کا میراثی قانون

قانون میراث کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جائے کہ ماں کے پیٹ میں پرورش پانے والے بچے کو بڑوں کی طرح وارث بنا کر حکم دیا کہ ان کے مال کو قریب ترین اولیاء یا عام مسلمانوں یا مسلم حکومت کی نگرانی میں بڑھایا جائے، منجمد نہ رکھا جائے، بالغ ہو کر نکاح کے قابل ہونے پر دانشمندی محسوس کر لی جائے کہ وہ خیر و شر سے بخوبی واقف ہو گئے تو ان کا مال ان کے حوالے کر دیا جائے۔

''وَابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ''(۲)

(۱) احکام القرآن للقرطبی ۵/۵۵، دار الکتب المصریہ
(۲) النساء: ۶

میراث کے مسائل سے غفلت کا عالم

مسلمانوں میں کثرت سے دیگر مالی معاملات کی طرح وراثت کی تقسیم کے حکم قرآنی میں بھی بڑی کوتاہیاں ہورہی ہیں، گویا میراث کی تقسیم میں جوظلم اور افراط وتفریط دین اسلام سے پہلے دنیا میں پایا جاتا تھا وہی آج مختلف صورتوں میں مسلمانوں کے اندر بھی پایا جارہا ہے۔

باوجود اس کے کہ مدرسوں کے نصاب میں اور وکیلوں کی پڑھائی میں وراثت کی تقسیم کا مضمون شامل ہوتا ہے؛ لیکن ان دونوں طبقوں میں بھی کم ہی لوگ ہیں جوشرعی طریقے پر جائداد تقسیم کرتے ہوں، بمشکل صرف پانچ فیصد عورتوں کو وراثت میں حصہ دیا جاتا ہے، میراث کی شرعی تقسیم میں کوتاہی کا اندازہ اس سے لگایا جائے کہ میراث کے مسائل ہر عالم اور مفتی کو یاد بھی نہیں ہوتے، اس کی وجہ یہ نہیں کہ انہوں نے یہ مسائل پڑھے نہیں ہوتے؛ بلکہ وجہ یہ ہے کہ ان سے کوئی میراث کے مسائل پوچھنے والا ہی نہیں آتا، میراث سے غفلت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ آج کل روزانہ کثرت سے ہزاروں مسلمان مرتے ہیں، ہر پیدا ہونے والے کو مرنا ہے، مرد بھی مر رہے ہیں عورتیں بھی انتقال کررہی ہیں، بچے بھی موت کے آغوش میں جا رہے ہیں، اس کثرت سے اموات کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ شہر کے اندر جتنے دارالافتاء ہیں ان سب میں تقسیم میراث کے بیسیوں سوالات حل طلب ہوتے، ہر جنازے کے بعد مسجد کے امام ومفتی صاحب سے مسائل میراث دریافت کئے جاتے، علماء کے پاس میراث کے مسائل پوچھنے والوں کی لائنیں لگی ہوتیں، اس لیے کہ ہر مرنے والے کی میراث کی تقسیم پسماندگان پر فرض ہے، جب تقسیم میراث فرض ہے تو اس کے صحیح اور شرعی طریقوں کے بارے میں معلوم کرنا بھی فرض ہے، فرض کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے؛ لیکن تقسیم میراث کے سوالات کی کوئی کثرت نہیں، اسکے بمقابل طلاق وخلع کے مسائل زیادہ ہیں، جبکہ ہر نکاح ٹوٹنا ضروری نہیں، مگر میراث کے مقابلے میں خلع وطلاق کے مسائل کی بھرمار ہے۔

میراث کا قانون اور قرآن

قرآن مجید نے جن احکام کو تفصیل سے بیان کیا ہے وہ تین مسئلے ہیں [۱] پردے کے احکام [۲] طلاق کے احکام [۳] میراث کے احکام۔

علم میراث کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، تمام عبادات کو اللہ تعالیٰ نے اجمالاً بیان فرمایا ہے اور اس کی تفصیل رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا مثلاً نماز کی فرضیت کا حکم اللہ نے دیا؛ لیکن باقی

تفصیلات، اوقات، فرض رکعات کی تعداد، سنتوں کی تعداد، واجبات کی تفصیل، نوافل وغیرہ کی تفصیل احادیث ہی میں ہے۔

اسی طرح زکاۃ کی فرضیت کا حکم قرآن نے دیا ہے؛ لیکن اس کا نصاب، مقدارِ زکاۃ کی تفصیل رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔

رمضان کے مہینے میں روزوں کی فرضیت قرآن میں ہے؛ لیکن روزے کی باقی تفصیلات احادیث میں مذکور ہیں۔

حج کی فرضیت قرآن میں ہے؛ مگر باقی تفصیلات آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمائی: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ یوم النحر میں اپنی سواری پر جمرہ عقبہ کو کنکر مارتے ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ فرمار ہے تھے مجھ سے حج کے احکام سیکھو؛ کیونکہ میں نہیں جانتا کہ میں اپنے اس حج کے بعد پھر حج کر سکوں گا۔

''سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَرْمِي عَلَى رَاحِلَتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ وَيَقُولُ لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ فَإِنِّي لاَ أَدْرِي لَعَلِّي لاَ أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِي هَذِهِ''(۱)

غرض قرآن مجید میں احکام دین کے اصول بیان کیے گئے ہیں اور ان کی جزئیات اور تفصیلات کا تذکرہ احادیث میں کیا گیا ہے؛ لیکن میراث کے قانون کی پوری تفصیلات قرآن کریم نے خود بتائی، ذوی الفروض اور عصبات کے تمام حصوں کا تعین قرآن کریم نے کیا، ان میں سے ہر ایک کا حصہ الگ الگ کر کے دیا، حاصل یہ کہ وراثت کے تقریباً تمام احکام قرآن مجید میں مستقلاً ذکر کیے گئے ہیں۔

افسوس یہ کہ پاگلوں کو انہیں تین مسائل میں زیادہ الجھن پیش آتی ہے، اللہ تعالیٰ نے تقسیمِ میراث کے احکام بالکل صاف، دو اور دو چار کی طرح مقرر کر دیے، اس میں کوئی الجھاؤ اور شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی، میراث کے احکام تفصیلاً اس لئے بیان کئے کہ مال ہر انسان کے دل لبھانے والی چیز ہے، خصوصاً جب انسان اسے اپنا حق سمجھتا ہے تو کسی حال میں چھوڑنا نہیں چاہتا، معاشرتی دباؤ کی بنا پر کوئی مطالبہ نہ کرے تو اور بات ہے؛ لیکن دل میں خواہش اور اپنا حق وصول کرنے کی تڑپ ضرور موجود رہتی ہے۔

---

(۱) مسلم، رقم: ۳۱۹۷، دار الجیل، بیروت

اپنے وارثین کے لیے مال چھوڑنا کارِثواب ہے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں فتحِ مکہ والے سال ایسا بیمار رہا کہ یہ محسوس ہوتا تھا کہ گویا ابھی موت آنے والی ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس بہت سامال ہے، میری صرف ایک ہی بیٹی کو میراث کا حصہ پہنچتا ہے تو کیا میں اپنے پورے مال کی وصیت کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: آدھے مال کی وصیت کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: تہائی مال کی وصیت کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہائی کی وصیت کر سکتے ہو اور تہائی بھی بہت ہے، پھر فرمایا: تم اپنے ورثاء کو مال داری کی حالت میں چھوڑ جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انھیں تنگدستی کی حالت میں چھوڑ دو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔

لَأَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ [۱]

مالِ میراث پاکیزہ مال ہے

اہلِ علم نے لکھا ہے کہ انسان کے لئے مال حاصل ہونے کے جتنے ذرائع ہیں، ان میں سب سے زیادہ حلال اور پاکیزہ ذریعہ یہی میراث ہے، اس لئے نہ میراث کے طلب کرنے میں تکلف کرنا چاہئے اور نہ اس عمل کو باعثِ شرم خیال کرنا چاہئے۔

میراث جبری ملکیت ہے

حصۂ میراث ایک انسان دوسرے انسان کو نہیں دیتا؛ بلکہ یہ عطیہ خداوندی اور قرآن کی زبان میں ”فَرِيضَةً مِنَ اللّٰهِ“ ہے، اس میں خود اس شخص کے ارادہ واختیار کو کوئی دخل نہیں ہے، اگر مرنے والا شخص اپنی دولت کو کسی ایک وارث کو دیدینا چاہے تو بھی نہیں کرسکتا، وراثت کے ذریعہ جو ملکیت ورثاء کو ملتی ہے وہ جبری ملکیت ہے، نہ اس میں وارث کا قبول کرنا شرط ہے اور نہ وارث کا اس پر راضی ہونا شرط ہے؛ بلکہ اگر وارث اپنی زبان سے کہہ بھی دے کہ ”میں اپنا حصہ نہیں لیتا“ تب بھی شرعاً وہ اپنے حصے کا مالک بن جاتا

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، رقم: ۲۷۴۲

ہے، یہ اور بات ہے کہ وہ اپنا حصہ قبضے میں لینے کے بعد شرعی قاعدے کے مطابق کسی دوسرے کو ہدیہ کر دے یا فروخت کر دے یا تقسیم کر دے۔

قانونِ میراث میں عاق کی کوئی حیثیت نہیں

جب یہ معلوم ہو گیا کہ میراث جبری ملکت ہے تو میراث میں عاق کی کوئی حیثیت نہیں، مورث کے مرنے کے بعد وہ اپنا مقرر حصہ ضرور لے گا؛ کیوں کہ میراث کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے اور اُس کے فیصلوں کو کوئی بھی تبدیل نہیں کر سکتا، خواہ باپ ہی کیوں نہ ہو۔ تو جس کو اللہ نے حق دیا ہے تو کسی انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ حصہ اُس سے واپس لے لے، آج کل عدالتوں میں جو عاق نامہ بنتا ہے، شرعی لحاظ سے اُس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور نہ اُس پر عمل کیا جائے گا۔

تقسیم میراث میں کوتاہی کافرانہ حرکت ہے

مسلمانوں میں مالی معاملات کے بارے میں جو بڑی کوتاہیاں ہوتی ہیں، جن میں سے ایک کوتاہی میراث کا اللہ و رسول ﷺ کے ارشادات کے مطابق تقسیم نہ کرنا، ایک وارث یا چند وارثوں کا سارا مال ہڑپ کر کے دوسرے وارثوں کو محروم کر دینا ہے، یہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ نافرمانی کے علاوہ کافروں کا کردار ہے، ارشاد باری ہے:

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (۱)

اور میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال کی محبت میں پوری طرح گرفتار ہو۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دارالعلوم دیو بند نے ''مفید الوارثین'' میں لکھا ہے کہ:

> ''اللہ تعالیٰ کے واضح اور صریح حکم کو پس پشت ڈال کر ایک کافرانہ رسم پر عمل کرنا کوئی معمولی خطا نہیں ہے، نہایت سرکشی اور اعلیٰ درجے کا جرم ہے؛ بلکہ کفر تک پہنچ جانے کا اندیشہ ہے'' (۲)

(۱) الفجر ۱۹ و ۲۰
(۲) مفید الوارثین: ۱۲

قانونِ میراث کو بدلنا یا توڑنا یہودانہ حرکت ہے

میراث کے احکام میں دو آیتیں بہت ہی اہم ہیں، جن سے تقسیمِ میراث کی اہمیت پر ثواب وعذاب کا اندازہ ہوجاتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالے نے ہمیشگی کے عذاب کی دھمکی دی ہے، ان لوگوں کو جو اللہ تعالی کے مقرر کردہ قانونِ وراثت کو تبدیل کرتے ہیں، کسی کو کم کسی کو زیادہ یا ان قانونی حدوں کو توڑ دیتے ہیں جو اللہ رب العزت نے اپنی کتاب میں مقرر کردی ہیں(۱)

بہت افسوس ہوتا ہے کہ اس قدر سخت وعید کے باوجود مسلمانوں نے بالکل یہودیوں کی سی بے شرمی کا ثبوت دیتے ہوئے خدا کے قانون کو بدلا اور اس کی حدوں کو توڑ دیا، یاد رکھیں! قانونِ وراثت میں نا فرمانیاں اللہ کے خلاف کھلی بغاوت ہے۔ جیسے: [۱] عورتوں کو میراث سے مستقل طور پر محروم کردینا [۲] صرف بڑے بیٹے کو میراث کا مستحق ٹھیرانا [۳] سرے سے تقسیمِ میراث ہی کے طریقے کو چھوڑ کر مشترکہ خاندانی جایداد کا طریقہ اختیار کرنا [۴] اور عورتوں کو مردوں کے برابر حصہ کردینا سب وعید میں داخل ہے۔

آج مسلم معاشرہ برعظیم پاک و ہند کے بہت کم مسلمان مجموعی طور پر میراث شریعت کے مطابق تقسیم کرتے ہیں؛ جبکہ بڑی تعداد اللہ تعالی کی نافرمانی میں اور حرام مال لوٹنے میں لگی ہے، قرآن تو عورت کو وراثت میں حقدار بنائے ؛لیکن ہم عورت کو اس کے اس حق سے محروم رکھیں، بعض احکام الٰہی پر عمل کرنا اور بعض احکام کو اپنی مرضی کے مطابق نہ پا کر چھوڑ دینا اور ان پر عمل نہ کرنا ایسا قبیح عمل ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو پھٹکار لگائی ہے اور ان کی ذلت ورسوائی کا ذمہ داران کے اس عمل کو قرار دیا ہے، ارشاد فرمایا: ''کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصہ کے ساتھ کفر کرتے ہو، تم میں سے جو لوگ ایسا کریں گے ان کی سزا اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل وخوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے عمل سے غافل نہیں ہے(۲)

میراث کے قانونِ خدائی پر عمل

تقسیم میراث کے خدائی قانون پر عمل کرنے والوں کو دنیا و آخرت کی کامیابی اور نعمائے جنت کی

---

(۱) النساء: ۱۳و ۱۴

(۲) البقرہ: ۸۵

بشارت دی اور اس میں کسی طرح کی حق تلفی یا محروی کو حدود شکنی کا سنگین جرم قرار دیا اور ایسے مجرموں کے لیے جہنم کی آگ اور اہانت آمیز عذاب کی وارننگ دی، ارشاد ربانی ہے: ’’یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کر دیں گے، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ہمیشہ جنت ہی میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ اور رسول کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی قائم کی ہوئی حدود سے تجاوز کرے گا، اللہ اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔

’’تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ‘‘(۱)

قیامت کے دن میراث کے متعلق سوال ہوگا

قیامت کے دن ہر مسلمان سے پانچ اہم سوالات ہوں گے، ان کے جواب دئے بغیر قدم آگے نہیں بڑھے گا، جن میں دو سوال یعنی سو نمبروں میں سے چالیس نمبر مال کے بارے میں ہوں گے۔

سوال ہوگا مال کہاں سے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ (۲) یعنی دیگر مالی معاملات کے ساتھ ساتھ میراث کے مال کے بارے میں بھی ضرور سوال ہوگا کہ کیسے حاصل کیا؟ کیا دوسرے وارثوں کا حق مار کر اپنا حصہ لیا اور دوسروں کو ان کے حصے سے محروم کر دیا؟

ذرا سوچیں آج یہ لڑکیاں، یہ خواتین بھلے اپنا حصہ نہ مانگیں اور ہم ان کو ان کا حصہ نہ دیں؛ لیکن قیامت کے دن جبکہ سارے حق والوں کو ان کا حق دلایا جائے گا، ایک طرف ہم ہوں گے اور سامنے ہماری بہن، بیٹی اور بیوی ہوں گی، اللہ پاک پوچھیں گے کہ تم نے اس کا حق کیوں نہیں دیا؟ اس وقت ہمارا کیا جواب ہوگا اور ہم ان کا حق کس طرح دیں گے۔

---

(۱) النساء: ۱۳ و ۱۴

(۲) ترمذی ۴/۱۹۰، رقم: ۲۴۱۷

اولاد میں کسی کو محروم کرنے پر دوزخ کی وعید

ایسے شخص کے بارے میں جہنم کی سخت وعید بھی وارد ہوئی ہے، سنن سعید بن منصور کی روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص اپنے مال میں سے اللہ تعالی کی طرف سے مقرر کردہ میراث کو ختم کر دیتا ہے، اللہ تعالی جنت سے اس کی میراث ختم کر دیتے ہیں۔

مَنْ قَطَعَ مِيرَاثًا فَرَضَهُ اللّٰهُ، قَطَعَ اللّٰهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ.(۱)

فقہاء نے لکھا ہے کہ میراث ایک ایسا حق ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی وارث کا حق ختم کر دے یا مروجہ اصطلاح میں کسی کو عاق کر دے، تب بھی اس کا اعتبار نہیں اور اولاد کو وراثت سے محروم کرنا جائز نہیں؛ البتہ جو لڑکا یا لڑکی اپنے والدین کی نافرمان رہیں گے وہ عند اللہ سخت عذاب کے مستحق ہوں گے اور ایسا کرنا بدترین عمل ہے، اکثر دنیا میں ہی اس کی سزا سامنے آجاتی ہے؛ لہذا اولاد کو پراپرٹی سے محروم کرنے کے بجائے دعا اور حسن تدبیر کے ذریعے سے سیدھے راستے پہ لانے کی کوشش کرتے رہیں:

''اَلْإِرْثُ جَبْرِيٌّ لَا يَسْقُطُ بِالْإِسْقَاطِ''(۲)

میراث میں کوتاہی سے حقوق العباد کا گناہ لازم آئیگا

میراث کی تقسیم حقوق العباد میں سے ہے اور حقوق العباد کا بوجھ اپنے سر لے کر مرنا سخت ترین گناہ اور وبال کا باعث ہے، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: اگر کوئی شخص اللہ تعالی کی ستر نافرمانیاں لے کر قیامت کے میدان میں پہنچے تو یہ اس سے ہلکا جرم ہے کہ کسی بندے کا ایک حق اپنے ذمے لے کر میدان قیامت میں حاضر ہو؛ کیونکہ اللہ تعالی بے نیاز ہے اس سے معافی کی امید رکھی جا سکتی ہے؛ لیکن بندے محتاج ہیں، بندوں سے وہاں معاف کروانے کی امید رکھنا بے وقوفی اور نادانی ہے، بندے وہاں ایک ایک نیکی کے سخت محتاج ہوں گے، ذرا ذرا سا سہارا تلاش کرتے ہوں گے، ہر صاحب حق اپنا پورا حق وصول کرنا چاہے گا، اس لیے ان کے حقوق کی ادائیگی کا دھیان رکھنا اور حقوق العباد سے پاک ہو کر مرنا بہت سخت ضروری ہے۔(۳)

---

(۱) سنن سعید بن منصور ۱/۹۶، رقم: ۲۸۵

(۲) العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ: ۲/۲۶، کتاب الدعوی، دار المعرفہ

(۳) تقسیم جائداد کے اسلامی اصول: ۱۷۳، مکتبہ فیصل دیوبند

وراثت تقسیم نہ کرنے پر مال غصب کرنے کا گناہ ہوگا

مسلمان کا مال ناحق طریقے سے غصب کرنے کی شریعت میں صاف طریقے سے ممانعت ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (۱)

وراثت کے مال میں حقدار کا حصہ دبا لینا بھی ناحق مال غصب کر لینے کے حکم میں ہے اور جو مسلمان کسی کا مال ناحق طریقے سے غصب کر لیتا ہے خواہ وہ رقم کی شکل میں ہو یا زمین کی شکل میں، حدیث میں اس کے متعلق بڑی سخت وعید آئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک بالشت برابر ناحق زمین لے لی تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا، اس میں ناحق طریقے سے پرا پرٹیاں دبانے کا معاملہ بھی داخل ہے اور اس طرح غصب کرنے والے پرائے نہیں؛ بلکہ اپنے ہی ہوتے ہیں، کہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو زمین کے کسی ٹکڑے پر ناجائز طریقے سے قبضہ کر لیتا ہے اسے سات زمینوں کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا اور اس کا نہ کوئی فرض عمل قبول ہوگا، نہ نفل عمل۔(۲)

کہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دوسرے کا مال اپنے قبضے میں کر لے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالی سے کوڑھی ہو کر ملے گا۔(۳)

میراث تقسیم نہ کرنا تین طرح کا ظلم ہے

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا: پہلا ظلم: میراث اللہ کی طرف سے بندے کے لیے شاہی انعام ہوتا ہے، جو بلا مشقت و محنت بندے کو حاصل ہوتا ہے، اللہ کی طرف سے ملنے والا یہ شاہی تحفہ حقدار تک پہنچانا فرض ہے، جب حقدار تک نہیں پہنچایا اور غصب کر بیٹھا تو اللہ کے معاملے میں خیانت لازم آتی ہے اور خیانت بہت بڑا ظلم ہے۔

دوسرا ظلم: میراث بھائی بہنوں کا حق ہے، جب باپ کا انتقال ہو گیا تو سارے بہن، بھائی باپ کے مال میں شریک ہو گئے، مرنے والے کی بیوی بھی اس میں حصہ دار ہو گئی، جب کوئی ایک مال غصب کر بیٹھا تو دوسرے کا حق مار کھانے والا ہوا، جس طرح دوسروں کی زمین چھین لینا، روپیہ چھین لینا ظلم ہے، اسی طرح

---

(۱) النساء: ۲۹

(۲) بخاری شریف، کتاب بدء الخلق، رقم: ۳۱۹۸، مسند ابی یعلی، رقم: ۷۴۴

(۳) معجم کبیر، رقم: ۷۶۳، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ

کسی کا میراث کا حصہ چھین لینا بھی ظلم عظیم ہے۔

تیسرا ظلم: ورثاء کا حق نہ دینے کا ظلم کئی پشتوں تک چلتا ہے، جب تقسیم کا رواج نہیں ہوگا، باپ کے مرنے کے بعد بیٹوں میں میراث تقسیم نہیں ہوگی تو بیٹوں کے مرنے کے بعد پوتے میں میراث تقسیم نہیں ہوگی، بغیر تقسیم کے سلسلہ آگے چلتا رہتا ہے، نتیجے میں سارا وبال اور عذاب پہلے نمبر کے پسماندگان پر ہوتا ہے، جنہوں نے اپنے باپ کی میراث شریعت کے مطابق تقسیم نہیں کی۔(۱)

میراث میں حقدار کا حق نہ دینا حرام ہے

مال حرام کھانے کی جس قدر وعیدیں احادیث میں آئی ہیں، ان مالِ حرام میں جس طرح چوری، سود، رشوت کا شمار ہوتا ہے، اسی طرح مال وراثت ناحق طریقے سے قبضہ کرلینا، ہڑپ لینا بھی مال حرام میں داخل ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو حرام مال حاصل کرتا ہے اور اس کو صدقہ کرتا ہے تو وہ قبول نہیں ہوتا اور خرچ کرتا ہے تو اس میں برکت نہیں ہوتی اور اپنے بعد اس حرام مال کو چھوڑ کر مرتا ہے تو جہنم میں جانے کا سامان ہوتا ہے۔ یاد رکھیں اللہ برائی سے برائی کو نہیں مٹاتے، اللہ تعالی نیکی سے برائی کو مٹاتے ہیں(۲)

کہیں آپ نے فرمایا: اس جسم پر جنت حرام فرما، حرام کردی گئی ہے جو حرام غذا سے پلا بڑھا ہو(۳)

کہیں فرمایا: اے سعد! اپنی غذا پاک صاف رکھو، مستجاب الدعوات بن جاؤ، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، بندہ حرام لقمہ اپنے پیٹ میں لیتا ہے تو اس کے چالیس دن کے عمل قبول نہیں ہوتے اور جس بندے کا گوشت حرام پلا بڑھا ہو اس کے لیے آگ زیادہ بہتر ہے(۴)

وارثین کے لیے مالِ حلال و مال حرام چھوڑنے کا فرق

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت ان سے درخواست کی گئی کہ امیر المومنین! آپ کی بہت اولاد ہے اور آپ نے اس اولاد کو بیت المال سے محروم کردیا ہے، حکم دیجئے کہ ان کے لئے آپ کے جیتے جی کچھ کر دیں، حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''مجھے بٹھا دو'' لوگوں نے انہیں بٹھا دیا، تم کہتے ہو کہ میں نے

(۱) مستفاد از: میراث کی اہمیت:۱۳

(۲) مسند امام احمد، حدیث نمبر:۳۶۷۲، مؤسسۃ الرسالہ

(۳) کنز العمال کتاب البیوع، حدیث نمبر:۹۲۶۱، مؤسسۃ الرسالہ

(۴) معجم اوسط، حدیث نمبر:۶۴۹۵، دار الحرمین

اپنے بچوں کو بیت المال سے محروم کر دیا، بخدا! ہم نے اُن سے ان کا کوئی حق نہیں چھینا اور نہ ہم ان کو دوسروں کا مال دے سکتے ہیں، تمہارا یہ خیال کہ ہم ان کے لئے وصیت کر جائیں تو ان کا وصی اور نگران وہ اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور جو نیکو کاروں کا دوست اور ساتھی ہے۔

مؤرخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''آپؒ نے فرمایا: بخدا! ہم انہیں کسی دوسرے کا حق نہیں دیں گے۔ ان کی حالت دو ہی آدمیوں جیسی ہو سکتی ہے یا وہ نیک ہوں گے تو اللہ نیکوں کا والی و نگران ہے یا وہ بُرے ہوں گے تو میں ان کی برائی و گناہ میں ان کا مددگار بننا نہیں چاہتا، مجھے اس کی پروا نہیں ہے کہ وہ کہاں مرے، کیا میں اُن کے لئے ایسی دولت چھوڑ جاؤں جو اُن کے گناہوں میں ان کی رفیق ہو، جو گناہ وہ میرے اور میری موت کے بعد کریں، میں قطعاً ایسا نہیں کروں گا، بیٹوں سے فرمایا: اُٹھو، اللہ تمہارا نگران و محافظ ہے، اُٹھو، اللہ تمہیں رزق دے۔

''فَقِيلَ لَهُ: هَؤُلَاءِ بَنُوكَ -وَكَانُوا اثْنَيْ عشر- ألا توصي لهم بشيء فَإِنَّهُمْ فُقَرَاءُ؟ فَقَالَ: (إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ) [الأعراف: 195] وَاللَّهِ لا أعطيتهم حَقَّ أَحَدٍ وَهُمْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ إِمَّا صَالِحٌ فَاللَّهُ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ، وَإِمَّا غَيْرُ صَالِحٍ فَمَا كُنْتُ لِأُعِينَهُ عَلَى فِسْقِهِ. وَفِي رِوَايَةٍ فَلَا أُبَالِي فِي أَيِّ وَادٍ هَلَكَ. وَفِي رِوَايَةٍ أَفَأَدَعُ لَهُ مَا يَسْتَعِينُ بِهِ عَلَى مَعْصِيَةِ اللَّهِ فَأَكُونَ شَرِيكَهُ فِيمَا يَعْمَلُ بَعْدَ الْمَوْتِ؟ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ. ثُمَّ اسْتَدْعَى بِأَوْلَادِهِ فَوَدَّعَهُمْ وَعَزَّاهُمْ بِهَذَا، وَأَوْصَاهُمْ بِهَذَا الْكَلَامِ ثُمَّ قَالَ: انْصَرِفُوا عَصَمَكُمُ اللَّهُ وَأَحْسَنَ الْخِلَافَةَ عَلَيْكُمْ''(۱)

بعد میں کسی موقع سے خلیفہ منصور نے حضرت عبد الرحمنؒ سے کہا کہ مجھے نصیحت فرمائیں، حضرت عبد الرحمنؒ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جب انتقال فرما گئے تو ان کے ورثاء میں گیارہ لڑکے اور وراثت میں صرف سترہ دینار تھے، جن میں سے پانچ دینار کا کفن کیلئے کپڑا خریدا گیا اور دو دینار سے قبر کے لئے زمین خریدی گئی اور بقیہ دینار لڑکوں میں تقسیم کر دیئے گئے، ہر لڑکے کے حصے میں انیس درہم

(۱) البدایہ والنہایہ ۹/ ۲۳۵، دار احیاء التراث العربی

آئے یعنی ایک دینار بھی مکمل نہیں آیا۔

اسی طرح امیر المومنین خلیفۃ ہشام بن عبد الملک نے بھی بوقت وفات گیارہ لڑکے چھوڑے، ان کی میراث میں نقد رقوم کی مقدار ایک کروڑ دس لاکھ درہم تھی، ہر لڑکے کو خلیفۃ کی وراثت میں سے دس دس لاکھ درہم ملے، میں نے ان کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی اولاد میں ایک کو دیکھا کہ اس نے راہ خدا میں جہاد کے لئے ایک اسی گھوڑے بھیجے اور سب خوش حال تھے؛ جبکہ خلیفۃ ہشام کی اولاد میں سے ایک لڑکے کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔

فَلَقَدْ رَأَيْنَا بَعْضَ أَوْلَادِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ العزيز يحمل على ثمانين فرس فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَكَانَ بَعْضُ أَوْلَادِ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ - مَعَ كَثْرَةِ مَا تَرَكَ لَهُمْ مِنَ الْأَمْوَالِ - يَتَعَاطَى وَيَسْأَلُ مِنْ أَوْلَادِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، لِأَنَّ عُمَرَ وكَّل ولده إلى الله عزوجل، وَسُلَيْمَانُ وَغَيْرُهُ إِنَّمَا يَكِلُونَ أَوْلَادَهُمْ إِلَى مَا يدعون لهم، فَيَضِيعُونَ وَتَذْهَبُ أَمْوَالُهُمْ فِي شَهَوَاتِ أَوْلَادِهِمْ.(۱)

حیاۃ الحیوان کے مصنف علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ باعث حیرت نہیں ہے؛ کیونکہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنی اولاد کو حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا تھا، حق تعالیٰ ان کے لیے کافی ہو گئے اور ان کو غنی کر دیا، ہشام بن عبد الملک نے اپنے بیٹوں کو دنیا کے سپرد کر دیا تھا، رب تعالیٰ نے ان کو حقیر کر دیا(۲)

مال حرام میں وراثت جاری نہ ہوگی

جن لوگوں سے مال حرام بطریقۂ حرام مورث نے حاصل کیا ہے، وارثین کو اگر وہ معلوم ہوں تو صاحب حق کو واپس لوٹانا واجب ہے، مال حرام میں وراثت جاری نہ ہوگی، اگر ان کو معلوم نہ ہو کہ کس کس سے وصول کیا ہے؛ مگر فلاں چیز بعینہ اس نے حرام طریقے سے حاصل کی ہے تو وارث کو اپنے تصرف اور استعمال میں لانا حرام ہے، اسے صدقہ کر دینا واجب ہے، اور صدقے میں اصل مالک کی نیت کرے نہ کہ اپنے مورث کی، گویا اس کی جانب سے صدقہ کیا جا رہا ہے، اگر مال حرام اور حلال دونوں طرح ملا ہوا ہو اور پتہ نہ

(۱) البدایہ والنہایہ ۹/ ۲۳۵، دار احیاء التراث العربی

(۲) حیاۃ الحیوان: ۳/ ۲۶۰

ہو کہ مورث نے کن سے حاصل کیا ہے اور وہ چیز بعینہ حرام ہونا بھی معلوم نہ ہو تو اس صورت میں وارث کے لیے مال فتوے کی رو سے حلال ہے؛ البتہ صدقہ کردینا بہتر ہے، جب حرام مال کی اولاد وارث نہیں بنے گی تو کیوں اپنی اولاد کو حرام مال دیکر مریں؟ (۱)

تقسیم جائداد کا اسلامی اصول فرض عین کا درجہ رکھتا ہے

جائداد کو قرآن مجید کے بیان کردہ احکامات کے مطابق تقسیم کرنا وارثوں پر فرضِ عین اور دوسرے رشتہ داروں اور خاندان کے بزرگوں پر فرضِ کفایہ ہے، خاندان کے کچھ لوگ میراث کو اسلامی تعلیمات کے مطابق تقسیم کرنے کی ترغیب کردیں تو ان سے فرض کفایہ ادا ہو جائے گا؛ البتہ وارثوں پر فرضِ عین کی حیثیت سے باقی رہے گا کہ خوش دلی سے میراث کی تقسیم احکامِ شریعت کے مطابق کرنے پر متفق ہو جائیں تب سب کا فریضہ ادا ہوگا۔

میراث کی حق دار عورتوں کا اپنے حق کا مطالبہ کرنا قرآن مجید کے حکم فرضِ عین پر عمل کروانے کی کوشش، جاہلیت کی رسم اور معاشرتی دباؤ کی وجہ سے اپنا حصہ چھوڑنا معصیت پر تعاون کے مترادف ہے، خاندان کے دوسرے افراد کو ان کا حصہ دلوانے میں اپنا کردار ادا کرنا ایک اہم فریضہ میں معاونت ہے۔

مگر سماج کا حال یہ ہے کہ نسل درنسل میراث تقسیم نہیں کی جاتی، جس کی وجہ سے عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ کئی کئی پشتوں تک ایسے افراد کے تصرف واستعمال میں رہتا ہے، جن کا اس پر کوئی حق نہیں ہوتا، اس کے باوجود وہ اس سے نفع اٹھاتے رہتے ہیں؛ جبکہ اس مال کے حقیقی مالک بیچارے نہ صرف بہت پریشان حال رہتے ہیں؛ بلکہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے لوگوں کے سامنے خرچ وغیرہ لے کر دست سوال دراز کرتے رہتے ہیں، اسی آس میں رہتے ہیں کہ کب میراث تقسیم ہو اور ہمیں اپنا حصہ ملے، مگر افسوس! تقسیم کے بعد بھی ان کی امید دھری کی دھری رہ جاتی ہے؛ کیونکہ اگر کبھی تقسیم کی نوبت آتی بھی ہے تو اس دورانیہ میں مزید کئی ورثاء کا انتقال کے باعث مالِ میراث صحیح طور پر تقسیم نہیں ہو پاتا، جس کے نتیجے میں حق دار اپنے حق سے محروم رہ جاتے ہیں اور حقدار کے مال سے ناحق طریقہ پر غیر مستحق افراد خوب عیش کرتے ہیں۔(۲)

---

(۱) آپ کے مسائل ان کا حل ۷ ر ۴۰۲

(۲) مستفاد: مال وراثت میں خیانت نہ کیجیے: ۳۰

تقسیم میراث سے پہلے صدقہ خیرات جائز نہیں

میراث تقسیم کرنے کا حکم اس وقت ہوتا ہے، جب آدمی کا انتقال ہو جاتا ہے؛لہٰذا دکان اوران کا سرمایہ جو کچھ بھی مرحوم کے انتقال کے وقت رہا ہے،اس کو اسی وقت تقسیم کرنااوراس کا حساب لگانا ضروری ہے،اگراس وقت تمام وارثین کے مانگنے کے باوجود تقسیم نہیں ہوا،جو شخص بھی مال میراث سے نفع حاصل کیا ہے،وہ نفع اسکے حصہ میں شمار کیا جائے گااور مال میراث میں اس کا حصہ کم ہو جائے گا،بعض جگہ بڑا بھائی ،کہیں چھوٹا بھائی والد کے گھر پر رہتا ہےاور پانچ سال بعدوراثت تقسیم ہوتی ہے،جبکہ پانچ سال کا کرایہ دینا گھر پر رہنے والے پرواجب ہے،تقسیم سے قبل نہ کسی وارث کے لیے فائدہ اٹھانا جائز ہےاور نہ کسی غیر وارث کے لیے،تقسیم سے قبل میراث استعمال کرنا حرام ہے؛لہٰذا[۱] تمام وارث جبکہ وہ بالغ ہوں تو اس کی اجازت کے بغیر کسی بھی نیکی میں خرچ کرنا جائز نہیں[۲]اوراگر کوئی ایک وارث نابالغ ہو تو کسی بھی صورت میں کسی بھی کارِخیر میں خرچ کرنا جائز نہیں[۳]اگر وارث یتیم ہو تو گناہ کئی گنا بڑھ جاتا ہے،ایسی صورت میں کارِ خیر سمجھ کر کھلانے والے،کھانے والے گویا دوزخ کے ایندھن سے شکم پُری کر رہے ہیں۔(۱)

گھریلو لٹیرے

میراث کے علم سے بے خبری وغفلت کا بُرا اثر خواتین پر ہوا ہے،بہنوں کو میراث کا حصہ دینا بند کر کے بڑی خوشی سے باپ کا ترکہ آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں،بہنوں کے سامنے اُن کا حصہ تقسیم ہو جاتا ہے،وہ اپنے باپ کی میراث سے عمر بھر کے لئے محروم ہو جاتی ہیں،اس ظلم کے نتیجے میں ان بہنوں کے بچے بچیاں بھی محروم ہو جاتی ہیں،صرف بہنیں اس ظلم کا شکار نہیں ہیں؛ بلکہ بہت سی بیوائیں،یتیم بچیاں اور بچے بھی اس ظلم کا شکار ہیں،ان کا حصہ خود انکے گھر کا بھائی،ہڑپ کر جاتے ہیں،یہ بالکل جاہلیت کے زمانے کی شکل ہے، گویا وہ بچہ ان کے خاندان کا ہے ہی نہیں اور نہ کبھی تھا۔

ذرا سوچیں اگر عورت کو گھر میں اپنے پورے حقوق نہ ملیں اور وہ اپنے باپ، بھائی، بیٹے اور خاوند سے اس وجہ سے بیزار ہو کہ وہ اسے اسلام کے متعین کیے ہوئے حقوق بھی نہیں دیں گے تو وہ گھر سے باہر نکلنے پر کیوں مجبور نہیں ہوگی؟

جب باپ اپنی بیٹی کو اپنے اوپر بوجھ سمجھے گا،بھائی اس کا حقِ وراثت کھا جائے گا،جب گھر میں بہن کو

(۱)تقسیم جائداد کے اسلامی اصول:۲۰۶و۲۰۹

بھائی سے کم تر درجہ ملے گا اور جب خاوند اپنی بیوی کا مہر تک معاف کروا کے کھا جائے گا یا شرعی مہر کا نام لے کر اس کا مہر صرف چند آنے مقرر کیا جائے گا تو عورت خاندانی نظام سے بیزار نہیں ہوگی؟ عورت کے حقوق کی پامالی میں جتنا باپ، بھائی اور شوہر کا قصور ہے شاید ہی کسی اور کا اتنا قصور ہو۔

آج اسی بیزارگی اور مالی حقوق کی پامالی کا نتیجہ ہے کہ مغرب کے تاریک دور میں جب عیسائیت نے عورتوں کو ان کے حقوق سے محروم رکھا تو ردعمل کے طور پر حقوق نسواں کی تحریک اٹھی، ماڈرن بیگمات ''این جی اوز'' کے ذریعے اپنے حقوق کی پاسداری کا مطالبہ کرنے لگیں، ''این جی اوز'' نے عورتوں کو چادر اور چار دیواری کی قید سے آزاد کروا کر اسلام کے خاندانی نظام کو تہس نہس کرنے کی ٹھان لی؛ لیکن جب مسلم سماج خود بھی اپنی عورتوں کو ان کا جائز حق نہیں دے گا تو وہ ایسے ہی لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنیں گی؛ نتیجۃً دہری ذمہ کا بوجھ دن کو مرد کے شانہ بشانہ کولہو کے بیل کی طرح کام کرنا اور شام کو گھر کا کام اکیلے ہی کرنا پڑتا ہے، یہ وہ دامِ فریب ہے جس میں یورپ کی عورت بری طرح پھنس چکی ہے۔

دفتر میں جانے والی عورتوں کا مرد استحصال بھی کرتے ہیں اور ان کا ناجائز فائدہ بھی اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں، مرد کہتے ہیں کہ جس آفس میں کوئی عورت ہو وہاں کا ماحول اچھا ہو جاتا ہے، آزادی نسواں کی تحریک کا اثر جو نئی نسل کی تربیت پر پڑتا ہے کہ ماں باپ دونوں کو گھر سے نکال دو اور بچوں کی پرورش اور تربیت نوکروں اور آیاؤں کے ہاتھ میں دے دو؛ تاکہ اگلی نسل بالکل ہی برباد ہو جائے، بہت سے مالیاتی ادارے جن کے مختلف شاخیں (برانچ) یہی علاقوں میں چل رہے ہیں، عورت کو معاشی جدوجہد کے بہانے، گھر کی چار دیواری سے نکال کر کپڑے اور سودے کی دکان لگا کر دیتے ہیں کہ تو یہاں بیٹھ کر کام کرتی اچھی لگتی ہے۔

میراث میں ہونے والی عملی کوتاہیاں

معاشرے کی ریت بن چکی ہے کہ بہنوں اور بیٹیوں کو میراث میں سے ایک روپیہ بھی نہیں دیا جاتا ہے، انہیں ڈرا دھمکا کر اپنا حقِ وراثت نہ لینے پر مجبور کیا جاتا ہے، مال کے حریص اپنی سگی بہنوں اور بیٹیوں کے رشتہ کا بھی انکار کر دیتے ہیں، مسلمان معاشرے کی عورت کو آج بھی اکثر وراثت کے حق سے محروم رکھا جاتا ہے، کیا دنیادار اور کیا دیندار کوئی بھی اپنی بہن بیٹیوں کو چند برتن جہیز میں دے کر اسے اس کے حصے کی جائیداد سے محروم کرنے کی روایت معاشرے میں عام ہے، بیٹیوں کے جائز قرآنی حق کے مطالبے پر یہ کہتے ہوئے سوشل بائیکاٹ کر دیا کہ ہم نے آپ کی شادیاں کر کے اپنی ذمہ داریاں پوری کر دی ہیں، اب

آپ سب کا جائداد میں کوئی حصہ نہیں۔

وارث کو محروم کرنے کی مختلف صورتیں اور اموشنل بلیک میل

[۱] مورث کا خود اپنی زندگی میں کسی ایک وارث کو پوری جائیداد کا مالک بنا کر دوسروں کو محروم کر دینا [۲] مورث اپنی زندگی میں ہی اپنی وراثت کسی کے ہاتھ اس نیت سے فروخت کر دینا کہ مرنے کے بعد کوئی چیز میرے ترکے میں باقی نہ رہے [۳] اپنی زندگی میں سارے مال کو اللہ کے راستے، مدرسہ قبرستان وغیرہ کے لیے وقف کر دینا؛ تاکہ وارثین محروم رہیں [۴] اپنی وفات سے پہلے کسی اپنے وارث یا غیر وارث کے حق میں پورے مال کی وصیت کر دینا، جس سے وارثین کو حق سے محروم کیا جائے [۵] وارثین نابالغ ہوں تو بڑا بھائی یا چچا کا پورے مال پر قبضہ کر لینا [۶] بہنوں کی میراث کو دبا کر ان سے یہ کہنا کہ ’’بھائی چاہیے یا والد کی جائیداد چاہیے؟ [۷] جوان بیوی کے شوہر کا انتقال ہونے کے بعد سسرال والوں کا اس کی میراث کو ہڑپ لینا اور یہ شرط لگانا کہ اگر بچوں کو لے کر ہمارے ساتھ رہو گی تو حصہ ملے گا، ورنہ حصہ نہیں دیا جائے گا، جب کہ شریعت میں شادی کے ایک دن کے بعد بھی اگر دولہا کا انتقال ہو جائے تو بیوی وراثت میں حق دار ہوتی ہے اور شوہر کے انتقال کے بعد وہ دوسرا نکاح کرنے کا بھی حق رکھتی ہے [۸] بیوی اگر حمل سے ہے تو شوہر کے انتقال پر حمل کی میراث ہڑپ کر جانا [۹] کوئی وارث ناگہانی حادثے میں جیل کے حوالے ہو جائے تو اس کی وراثت میں حصے کا اعتبار نہ کرنا [۱۰] میراث کی تقسیم میں کمزوروں، یتیموں، بچوں اور بیواؤں کے حق میں ناانصافی کرنا [۱۱] میراث کی تقسیم کیے بغیر مال میں سے صدقہ، خیرات، دعوت اور دیگر رسمیں پوری کرنا، مثلاً بعض علاقوں میں میت کو دفن کرنے کے بعد قبرستان میں روٹیاں یا چنے تقسیم کرنا، کہیں فقراء یا شرکائے جنازہ کو گھر بلا کر کھانا کھلانا اور کہیں دسواں، تیجا، چالیسواں کرنا اور کہیں ایصال ثواب کے لیے گھر بلا کر قرآن مجید پڑھانا اور اس میں مالِ میراث سے دعوت کا اہتمام کرنا، کہیں قبر پر چالیس دن تک قرآن پڑھا کر مال وراثت میں سے ان کا ہدیہ طے کرنا [۱۲] میت کی بعض جائیداد کو تقسیم میں لانا اور بعض جائیداد کو چھپا لینا اور غیر ضروری اپنے قبضے میں رکھ لینا [۱۳] تقسیم میراث میں غیر معمولی تاخیر کرنا جس سے پیچیدگیاں ہوں، اختلاف کا سبب بنے، لڑائی جھگڑے اور کوٹ کچہری کی نوبت آئے [۱۴] تقسیم میں اتنی تاخیر کہ کوئی وارث سالوں گھر یا جائداد سے فائدہ اٹھاتے رہنا [۱۵] میت کی کسی خاص چیز یا خاص جائیداد کو نشانی سمجھ کر رکھ لینا اور اس کو وارثین کی تقسیم میں نہ لانا [۱۶] بیٹوں کو میراث دینا اور مطالبہ کرنے یا مطالبہ نہ کرنے والی بہنوں اور بیٹیوں کو یہ کہہ کر محروم کر دینا کہ شادی کا خرچ جوڑے جہیز کا خرچ میراث میں شمار

کرلیا جائے [۱۷] تقسیم میراث میں اتنی تاخیر کہ مشترک مال میں سے جائنٹ فیملی کھاتے پیتے رہنا جس میں یتیم بچے بھی ہوں، اور ہر وارث کی اجازت شامل نہ ہو، ان کی پراپرٹی سے مکان سے کرائے کی جائیداد سے فائدہ اٹھاتے رہنا، یہ دوزخ کی آگ اپنے پیٹ میں بھرنے کے مترادف ہے [۱۸] کفن میں غیر شرعی بوجھ اٹھانا، چارپائی پر چادر کفن کے ساتھ خرید کر، قبر میں اتارنے کے لیے علیحدہ ایک چادر خریدنا پھر یہ چادریں قبرستان والوں کو یا رسم کے مطابق جس کو چاہے دے دیں، جبکہ یہ چیزیں کفن کی ضرورت میں شامل نہیں، میراث کے مشترک مال سے یہ سامان خریدنا، خصوصا جب کہ کوئی وارث غائب ہو اور یتیم بچے بھی ہوں بالکل جائز نہیں ہے جو لوگ یہ کپڑے لے لیتے ہیں ان کا کپڑا لینا حرام ہے؛ کیونکہ میراث کا مال تقسیم سے پہلے دیدینا جائز نہیں، جسکا دینا جائز نہیں اسکا لینا بھی جائز نہیں۔ [۱۹] مرنے والے کے انتقال کے بعد کارخانے اور دکان اور کاروبار پر لڑکوں کا قبضہ کرلینا اور گھر میں جتنا استعمال کا سامان ہوتا ہے وہ سب بیوہ کے قبضے میں کردینا یا اپنے قبضہ میں کرلینا، اس کا مالک بن بیٹھنا اس میں جس طرح چاہے تصرف کرتی رہنا [۲۰] شوہر کے انتقال کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کرنے سے مہر اور وراثت سے محروم کردینا۔ [۲۱] دوسری شادی کرکے پہلی بیوی کی اولاد کو وراثت سے محروم کردینا، اگر پہلی بیوی کی اولاد کو محروم کرنا چاہے تب بھی وہ محروم نہیں ہوں گی، انہیں نہ دینے کی وجہ سے جہنم میں ضرور داخل ہونا پڑے گا، بڑی بے وقوفی کی بات ہے آدمی دوسروں کی دنیا بنانے کے لیے اپنی آخرت برباد کرلے۔ [۲۲] بھائی کی میراث بچانے کے لیے بھاوج پر دباؤ ڈالنا کہ وہ اپنے ہی خاندان میں سے کسی فرد سے نکاح کرلے؛ ورنہ ہماری جائیداد دوسروں کے خاندان میں چلی جائے گی۔ [۲۳] مرنے والے کے بعض مال میں میراث جاری کرنا اور بعض میں جاری نہ کرنا، جب کہ مال کم ہو یا زیادہ، رقم ہو، جائیداد ہو، پہننے کے کپڑے ہوں، گھر کا سامان ہو، برتن ہو، فرنیچر ہوحتی کہ سوئی اور دھاگہ ہو سب میں میراث جاری ہوگی۔ [۲۴] میت کے مشترکہ مال میں سے لوگوں کی مہمان داری کرنا، آنے والوں کی خاطر مدارات میں کھانا کھلانا مرنے کے بعد دفن ہونے تک اناج وغیرہ فقراء میں تقسیم کرنا۔ [۲۵] میت کے استعمال کے کپڑے برتن یا میت کو نہلانے کے لیے نئے برتن وغیرہ جو خریدے گئے ہیں تقسیم سے پہلے ہی اسے خیرات کردینا۔

میراث سے محروم کرنے کی شکل [۱] عار دلانا

لڑکیوں کو میراث سے محروم کرنے کا رواج اس قدر جڑ پکڑ گیا ہے کہ بعض خواتین اپنا حصہ میراث طلب کرنے میں حیاء اور حجاب محسوس کرتی ہیں، اور اگر کوئی لڑکی اپنا حق مانگے تو دوسرے اقرباء اور رشتہ دار

بھی اسے عار دلاتے ہیں اور اس کو دنائت اور خساست تصور کرتے ہیں۔

اکثر مسلمان عورتیں محض معاشرے کے دباؤ میں اپنا حق وراثت معاف کر دیتی ہیں؛ لیکن یہ معافی دل سے نہیں ہوتی، بہنیں بھائیوں سے اپنا حق مانگنے کا رواج صدیوں سے نہیں ہے، جو بہن اپنا حق مانگتی ہے معاشرہ اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، جیسے اس نے بہت بڑا جرم کرلیا ہو۔

میراث سے محروم کرنے کی شکل [۲] حق مانگنے پر دھمکی

اگر کوئی بہن اپنا حصہ مانگ لے تو بھائیوں کی طرف سے سوشل بائیکاٹ کیا جاتا ہے، رشتے ختم کرنے کی دھمکی دی جاتی ہے، ایک با اخلاق بہن اس کی متحمل نہیں ہوسکتی کہ خود اس کے بھائی اس کا سوشل بائیکاٹ کر دیں، وہ اپنا حق قربان کر کے رشتے نبھانا چاہتی ہے کہ بھائی ساری جائداد تم ہی رکھ لو، بس مجھے ماں کے گھر جہاں میرا بچپن گذرا، جہاں میری ماں کی یادیں بسی ہیں آنے جانے کی اجازت دیدو، بس وہ میری میراث ہے۔

بیٹیوں کو وراثت سے محروم کرنے کی شکل [۳]

اگر لڑکیوں کو میراث میں حصہ بھی دیا جاتا ہے تو اس طور پر کہ سونا، چاندی اور نقد میں سے کچھ دے دیا جاتا ہے یعنی مال میراث میں خاص جنس دیگر مال کی بقیہ اجناس سے محروم کر دیتے ہیں، بقیہ کاروبار، مکان اور قابل کاشت زمین کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ لڑکوں کا حصہ ہے، لڑکیوں کو اس میں سے حصہ نہیں دیا جاتا؛ حالاں کہ حق میراث مرنے والے کی چھوڑی ہوئی ہر چیز سے متعلق ہے، چاہے منقولہ اموال ہوں یا غیر منقولہ، اور چاہے وہ کاروبار اور آمدنی کا ذریعہ ہو یا نہ ہو، قرآن مجید میں "مَا تَرَكَ" (۱) کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی مرنے والا جو کچھ بھی چھوڑ کر جائے، وہ کم ہو یا زیادہ، منقولہ ہو یا غیر منقولہ اس سے تمام وارثوں کا حق متعلق ہوگا۔

میراث سے محروم کرنے کی شکل [۴] جوڑا، جہیز کی رسم

میراث سے محروم کرنے کا ظلم لڑکیوں کے حق میں تو عام ہے کہ پوری متروکہ املاک وجائداد پر لڑکے

---

(۱) النساء ۱۷۶:

قبضہ کر لیتے ہیں اور لڑکیوں کو ان کا حق ہی نہیں دیتے ،بعض لڑکیاں تو نابالغ بھی ہوتی ہیں ،ایسی صورت میں ان کو ترکہ سے محروم کر دینا دوہرے گناہ کا باعث ہے، ایک: ناجائز طریقہ پر دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ اور غصب، دوسرے: یتیم کا مال کھانا، جو آگ کے انگارے سے پیٹ بھرنے کے مترادف ہے۔

عورتوں کو جہیز میں کچھ سامان دے دیتے ہیں اور میراث میں جو ان کا حق بنتا ہے خود ہضم کر لیتے ہیں، اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو جہیز میں پوری دنیا کی دولت دیدے؛ مگر بیٹی کے میراث میں ایک روپیہ بھی نہ دے تو حرام کا مرتکب ہے، لاکھوں کا جہیز اس کی تلافی نہیں کرسکتا ہے، اس دنیا میں نہ دیا تو کل آخرت میں اپنی نیکیوں کی صورت میں دینا پڑے گا۔

اس حوالے سے مولانا یوسف صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ترکے کا حصہ متعین ہوتا ہے کہ کل جائیداد اتنی مالیت کی ہے اور اس میں فلاں وارث کا اتنا حصہ ہے؛ لیکن جہیز کی تو متعین نہیں ہوتی، والدین حسب توفیق دیا کرتے ہیں تو جہیز ترکے کے قائم مقام کیسے ہوسکتا ہے؟ علاوہ ازیں ایک چیز کے بدلے دوسری چیز دینا ایک معاملہ اور ایک لین دین ہے، اور کوئی معاملہ دو فریقوں کے بغیر نہیں ہوا کرتا تو کیا والدین اور لڑکیوں کے درمیان یہ سودا طے ہوا تھا کہ یہ چیز تمہیں تمہارے حصۂ وراثت کے بدلے میں دی جارہی ہیں، الغرض لڑکیوں کو میراث نہ دینا اپنے لیے دوزخ خریدنا ہے۔(۱)

عذرِ گناہ بدتر از گناہ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''یہ عجیب بات ہے کہ شریعت نے جس بات کو منع کیا ہے، اس کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ نکاح کو آسان رکھا گیا ہے اور نکاح میں لڑکی اور اس کے اولیاء پر کوئی مالی ذمہ داری نہیں رکھی گئی ہے؛ لیکن ''گھوڑے جوڑے'' اور ''جہیز'' کے مطالبہ نے سماج کی کمر توڑ رکھی ہے اور لڑکی کی ماں باپ کے لئے ایک بوجھ بن گئی ہے۔ اس کے برخلاف، جس چیز کا شریعت نے حکم دیا ہے یعنی حق میراث، اس سے ان کو محروم کیا جاتا ہے۔ جہیز کی وجہ سے لڑکی کو ترکہ سے محروم کر دینا اور یہ کہنا کہ لڑکی کی شادی پر کافی رقم خرچ کی گئی ہے، ''عذر گناہ بدتر از گناہ'' کا مصداق ہے۔ کوئی حق انسان کا اسی وقت ختم ہوتا ہے، جب دوسرے فریق سے معاہدہ ہو جائے کہ اس کے بدلہ میں وہ اپنے فلاں حق سے دستبردار ہو رہا ہے، اب اول تو جب تک والدین زندہ ہیں، ان کے ترکہ میں بیٹی کا حق ہی ثابت نہیں ہوتا اور جو حق ابھی ثابت ہی نہیں ہوا ہو، اس سے دستبردار ہونے کا اعتبار نہیں۔

(۱) مستفاد از: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۷/۴۰۲

دوسرے: جیسے لڑکیوں کی شادی پر زائد رقم خرچ ہوتی ہے، عموماً لڑکوں کی تعلیم پر بھی بڑی رقم خرچ ہوتی ہے تو صرف لڑکیوں کی شادی کے خرچ کی وجہ سے ان کو ترکہ سے محروم کر دینا کیوں کر درست ہوسکتا ہے، بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ شادی کی فضول خرچی شرعاً ایک ناپسندیدہ اور مذموم عمل ہے''۔(۱)

میراث سے محرومی لڑکیوں کی مناسب رشتوں سے محرومی

میراث سے محروم کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہیز مہنگا ہوا، غریب ماں باپ کی بیٹی خودکشی کرنے پر مجبور ہوئی، بعض دینی شعور رکھنے والی لڑکیاں سسسرال یا میکے میں کس درد والم میں زندگی بسر کررہی ہے وہ اندازے سے باہر کی بات ہے، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں'' حقیقت یہ ہے کہ اگر لڑکیوں کو اہتمام کے ساتھ ان کا حق میراث دیا جائے اور جہیز کے بجائے اس حق شرعی کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے تو رشتہ ملنا بھی آسان ہوگا، اگر شہر میں لڑکے والوں کو معلوم ہو کہ اس لڑکی کو ترکہ میں مکان کا ایک کمرہ ہی مل جائے گا دیہات میں لڑکے والوں کو خبر ہو کہ زرعی زمین کا ایک ٹکڑا اس لڑکی کے حصہ میں آئے گا تو مکان اور کھیت ملنے کی یہ امید بھی لڑکی کے رشتہ کو آسان کر دے گی''۔(۲)

میراث سے محروم کرنے کی شکل [۵] معاف کروانے کا ڈھونگ

بعض دیندار لوگ بہنوں سے اپنے حصے کی دست برداری کرالیتے ہیں کہ یہ کہد و'' ہم نے اپنا حق معاف کر دیا''، یہ سمجھتے ہیں کہ اب میراث ساری ہمارے لیے حلال ہوگئی، یادرکھیں! اس سے انکا حق معاف نہیں ہوتا اور نہ میراث حلال ہوگی، بہنوں کے دل میں یہ خیال کہ ہمیں تو میراث نہیں ملے گی، جبکہ وہ ہمارا حق ہے اور بھائیوں کے دل میں حیلے بہانے اور نہ دینے کا عزم، ایسی صورت میں زبانی معافی کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس طرح معاف کروانا ہندوانہ ذہنیت ہے، اس برے طریق کو چھوڑنے کی صورت یہ ہے کہ میراث کو شرعی طریقہ سے تقسیم کرکے ورثاء کے نام حوالے کر دی جائے، حقدار کو حق دیکر خود بری الذمہ ہوجاؤ، اس کو ضرورت ہو نہ ہو، وہ واپس کرے نہ کرے تمھیں اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، اس کے بعد اگر کوئی وارث اپنی مرضی سے اپنا حق ہبہ کرنا چاہے تو جائز ہے۔

---

(۱) شمع فروزاں ۲۶/ ۰۳/ ۲۰۲۱

(۲) شمع فروزاں ۲۶/ ۰۳/ ۲۰۲۱

میراث سے محروم کرنے کی شکل[٦] کارِخیر میں خرچ

وراثت کی تقسیم سے پہلے کسی بھی کارخیر میں خرچ کرنااوراس خرچ کوثواب سمجھنا سخت گناہ ہےاوراس سے میت کوہرگزثواب نہیں پہنچے گا، کیونکہ دوسرے کی حق تلفی کرکے نیک کام میں خرچ کرناایسا ہے جیسا کہ دوسرے کامال چرا کرکارخیر میں خرچ کرنا،اس کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ مال وارثوں میں بانٹ دیا جائے ، ہر ایک کو اختیار دے دیا جائے کہ اپنے اپنے حصے میں سے شریعت کے موافق ایصال ثواب کرے یا نہ کرے، تقسیم سے پہلے کارخیر میں خرچ کرنے کی اجازت بھی نہ لی جائے؛ کیونکہ اجازت لینے سے دل سے اجازت نہیں دیتے ہیں، اجازت نہ دینے میں بدنامی محسوس کرتے ہیں، زبانی بول تو دیتے ہیں یا سر ہلا دیتے ہیں؛ مگر دل نہیں چاہتا، ایسی اجازت کا کچھ اعتبار نہیں۔

میراث سے محروم کرنے کی شکل[۷]امور میں معاونت کی لالچ

بعض لوگ بیٹیوں اور وارث عورتوں کو کارِخیر یا کسی خاص امور میں معاونت کی لالچ دیکر انہیں ان کے حق میراث سے محروم کر دیتے ہیں، جیسے کہ حج وعمرہ کروانے کالالچ، اسی طرح محروم عورتوں کی بیٹیوں کی شادی میں معاونت کی لالچ یا ان کےاولاد کی تعلیمی ذمہ داری وکاروبار میں معاونت کی لالچ ، اسی طرح نا کہانی حادثات میں تعاون کی لالچ وغیرہ،اس طرح بعض لوگ اپنی بہنوں وغیرہ کومحروم کر دیتے ہیں؛ جب کہ اس طرح مستقبل میں پیش آنے والے امور کی لالچ دے کرانہیں محروم کرنا شرعًا درست نہیں ہے؛ بلکہ معاونت کے جھوٹے وعدوں کی ضرورت ہی کیا ہے، ایسے وعدوں کے بجائے ان کا مال انہیں حوالہ کر دیا جائے ، وہ حسب ضرورت خرچ کرلیں گے۔

میراث سے محروم کرنے کی شکل[۸] زندگی میں تقسیم

قابل افسوس بات یہ ہے کہ بعض اوقات ماں باپ اپنی جائیداد زندگی ہی میں تقسیم کر دیتے ہیں، وہ بھی عدل سے کام نہیں لیتے ، بیٹوں کو دیتے ہیں، بیٹیوں کو نہیں دیتے ، اور زندگی ہی میں بیٹوں کو مالک بنا کر بیٹیوں کومحروم کر دیتے ہیں، ایسے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد یادرکھنا چاہیئے کہ جو اپنے وارث کو میراث سے محروم کردے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کے حصہ سے محروم کردیں گے:

”مَنْ فَرَّ مِنْ مِيرَاثِ وَارِثِهِ، قَطَعَ اللّٰهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ

الْقِیَامَۃِ‘‘(۱)
ورثاء میں سے کسی ایک کا انتخاب کر کے باقیوں کو محروم نہیں کیا جا سکتا، سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے والد (بشیر) نے ان کی ماں کے کہنے پر انہیں کچھ مال ہبہ کر دیا تو ان کی ماں نے کہا کہ اس پر نبی کریم ﷺ کو گواہ بنالو۔ سیدنا بشیر رضی اللہ عنہ نے جب نبی کریم ﷺ سے اس کی درخواست کی تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ کیا تمہاری کوئی اور اولاد بھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے سب کو اتنا ہی مال ہبہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں! تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بن سکتا۔(۲)

واضح رہے کہ زندگی میں جائداد کی تقسیم میراث میں شمار نہیں ہوتی؛ بلکہ ہبہ کہلاتی ہے، ہبہ میں برابری مستحب ہے؛ لیکن اس استحباب پر عمل نہ ہوا تو قطع رحمی کا گناہ ہوگا، کم زیادہ تقسیم کرنے سے اولاد میں آپسی دوریاں پیدا ہو جاتی ہے۔

محروم کرنے کی شکل[۹] کم زیادہ دینا

بعض حضرات بالکل محروم تو نہیں کرتے؛ مگر بیٹوں کو زیادہ دیتے ہیں، بیٹیوں کو مال میراث میں کچھ حصہ دیکر، کاروبار، گھر وغیرہ بیٹوں کے حوالہ کر دیتے ہیں اور ان چیزوں میں بیٹیوں کو دینا گوارہ نہیں کرتے؛ حالاں کہ اولاد ہونے میں دونوں برابر ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اولاد میں سے کسی کو دینے اور کسی کو محروم کرنے کو ظلم قرار دیا ہے(۳) اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر زندگی میں اپنی جائیداد کی تقسیم کرے تو بیٹے اور بیٹیوں کو برابر دینا چاہئے۔(۴)

میراث سے محروم کرنے کی شکل[۱۰] عورتوں کی میراث میں تاخیر

اکثر اس صورتِ حال کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ عورت ورثاء کی میراث یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں ان کے بیٹیوں کی شادی کا جب وقت آئے گا، تب شادی کروا دیں گے یا گھر کی تعمیر یا کسی آپریشن کے وقت

---

(۱) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۷۰۳
(۲) بخاری شریف حدیث نمبر: ۲۵۸۶، مسلم شریف، حدیث نمبر: ۴۲۶۳
(۳) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۶۵۰
(۴) فتاویٰ قاضی خاں ۳:ر ۱۵۴، شمع فروزاں ۲۶ / ۰۳ / ۲۰۲۱

ضرورت پیش آئے گی تب مال کے ذریعہ ان کی مدد کردی جائے گی، اس طرح سے عورت ورثاء کو گمراہ کر کے بیٹے تمام ترکہ آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں اور بہنوں کے لیے کچھ نہیں چھوڑتے ؛ بلکہ ایک وعدہ چھوڑتے ہیں کہ اگر حالات پیش آئے تو ہم مدد کریں گے، جب کہ ان عورتوں بھی مردوں کی طرح ہی وارث ہیں، جس طرح یہ مرد وراثت کے حقدار ہیں اسی طرح عورتیں بھی ہیں تو ان کے حصہ میں تاخیر کیوں؟ جس طرح مرد اپنا حصہ میراث لے کر اپنی ضروریات کی تکمیل شروع کر دیتے ہیں ، اسی طرح عورت بھی اپنی حسب ضرورت اسے استعمال کرنے کا آغاز کر دے گی ؛ جب کہ اسے فی الفور پیش آنے والی ضروریات پوری کرنے کا موقع ہی نہیں دیا جاتا اور مستقبل کے بھروسہ ٹال دیا جاتا ہے، اسی وجہ سے مرد کی طرح عورتوں میں فی الفور میراث تقسیم کرنا ضروری ہے؛ تا کہ ہر ایک اپنی ضروریات کی تکمیل کر سکے۔

میراث سے محروم کرنے کی شکل [۱۱] میت کی نشانی

ورثاء کو محروم کرنے کے لیے عوام کئی طرح کے بہانے بناتی ہیں، جس میں ایک بہانہ میت کی نشانی کا ہے کہ جب ورثاء میں میراث تقسیم کرنے کی بات آتی ہے تو رشتہ دار یہ کہہ کر تقسیم سے انکار کر دیتے ہیں کہ یہ میت کی نشانی ہے یا یہ کہتے ہیں کہ میت کے گھر یا کمپنی پر میت کا نام ہے، تقسیم کر دیں گے تو نام بدلنے کی صورت میں میت کی توہین ہوگی، بدنامی ہوگی؛ لہذا تقسیم نہیں کیا جائے گا، یہ سب حیلہ بہانہ میت کا مال ہڑپنے کے لئے ہوتے ہیں ؛ تا کہ سب کو خاموش کر کے اندر ہی اندر جائداد اپنے نام کروالی جائے ، اس طرح کے حیلہ بہانوں سے بچ کر خوشی خوشی ہر وارث کو اس کا حصہ تقسیم کر کے حوالہ کر دینا چاہیے۔

خوفِ خدا ہونے اور نہ ہونے کا فرق

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ وتربیت یافتہ از حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ جب ان تک کسی کی میراث پہنچی جو اوپر کی کئی پشتوں میں تقسیم نہیں ہوئی تھی تو کافی فکرمند ہوئے ، اس مال کے بہت سے ورثاء اور حقدار تھے، انہوں نے دور دور کے ورثاء تلاش کیے، سب کے حصے علیحدہ کیے، ہر ایک کے نام کے لفافے بنائے ،لفافوں میں ان کے حصے رکھے اس زمانے کے لحاظ سے کسی لفافے میں دو آنے، کسی میں چار آنے، کسی میں آٹھ آنے، کسی میں ایک روپیہ، کسی میں دو روپیہ رکھے، ہر حقدار تک ان کا حصہ پہنچایا، ظاہر ہے دو آنے کو پہنچانے کا عمل کافی مشکل ہوتا ہے ؛ مگر یہ وہی شخص کرسکتا ہے جس کے دل میں خوف خدا ہو، آج لاکھوں روپے بھی ہضم کر جائیں تو کوئی

پرواہ نہیں؛لیکن وہاں دوآنے کی فکر ہورہی ہے، سچ یہ ہے کہ اگر خوف کا خدا ہوتو دوآنے پہنچانا بھی آسان ہےاور اگر خوف خدا نہ ہوتو لاکھوں روپے کھاجائیں تو بھی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔(۱)

بیوی کووراثت نہ دینا

بالغہ یانابالغہ لڑکی کا نکاح گواہوں کی موجودگی میں صحیح ہوجائے؛لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی ہے کہ شوہر کا انتقال ہوگیا تب بھی وہ مہر اور وراثت کی پوری پوری حقدار ہوگی۔(۲) مگر بدقسمتی سے ہندوستان میں مسلمانوں نے برادرانِ وطن سے جن غیر اسلامی طریقوں کوسیکھا اور ان کو گلے لگایا، ان میں سے ایک عورتوں کومیراث کےحق سےمحروم رکھنا بھی ہے،شوہر کےانتقال کے بعد نہ بیوی کومیراث دی جاتی ہےاور نہ اس بات کی فکر کی جاتی ہے کہ اگر بیوی کا حق مہر شوہر کے ذمہ واجب الاداء ہوتو پہلے مہر ادا کیاجائے، پھر ترکہ کی تقسیم عمل میں آئے؛حالاں کہ مہر بھی دوسرے قرضوں کی طرح ایک قرض ہےاور قرضوں کےادائیگی کے بعد ہی بچی ہوئی جائداد سے وارثوں کا حق متعلق ہوتا ہے،ستم بالائے ستم یہ ہے کہ بیوہ کواس کے حق میراث سے بھی محروم کردیاجاتا ہے۔

حال یہ ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعداس کا جنازہ جب گھر سے نکلتا ہےتو بعض خواتین اس موقع پر بیوہ کومہر معاف کرنے کے لیے مجبور کرتی ہیں،کہیں میت پر ہاتھ رکھ کر معاف کرایاجاتا ہے،اس سے کہتی ہیں کہ جلدی سے معاف کردو، بیچاری پہلے ہی شوہر کےانتقال کےصدمے میں نڈھال ہوتی ہے، دوسری طرف خواتین زبردستی مہر معاف کراتی ہیں،خوب سمجھ لیں اول تو اس طرح سے مہر معاف کرانا جائز نہیں ہے، بلکہ بیوی خود بھی اپنی مرض الموت میں مہر معاف کردے تو بھی معاف نہیں ہوگا تو شوہر کی موت پر معاف کرانے سے کیاخاک معاف ہوگا، وہ بیوہ مجبور ہوکر بادل ناخواستہ مہر معاف کردے تو بھی معاف نہیں ہوگا، اگر شوہر اپنی زندگی میں زبردستی بیوی سے مہر معاف کرائے تو بھی معاف نہیں ہوگا،بعض جگہ دستور ہے نکاح ہونے کے بعد پہلی رات میں شوہر اپنی بیوی سے مہر معاف کرالیتا ہے، دباؤ ڈالتا ہے کہ میں اس وقت تک تمہارے قریب نہیں آؤں گا جب تک تم مہر معاف نہیں کروگی، یادرکھیں! شوہر کا اس طرح سے زبردستی مہر معاف کرانا حرام ہے،اس طرح مہر معاف کرانے سے مہر معاف نہیں ہوگا اور بڑی بے غیرتی کی بات ہے مرد ہوکر عورت سے اپنا مہر معاف کرائے؛ بلکہ اگر کسی شوہر کی نیت مہر دینے کی نہیں تھی بلا مہر نکاح کرنا

---

(۱) تقسیم وراثت کی اہمیت ۱۷ :
(۲) فتاویٰ محمودیہ ۲۰/۲۵۱

مقصود ہوتو ایسی صورت میں شوہر کا اپنی بیوی سے ملنا بدکاری کے برابر ہے۔(۱)

مہر شوہر کے ذمہ قرض ہے اور قرض کی ادائیگی ضروری ہے، بیوہ کا مہر شرعی طریقے سے ادا کرنا لازم ہے، جو عورت مہر معاف کیے بغیر انتقال کر جائے اس کا مہر اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگا، وارثوں میں خود شوہر بھی داخل ہے، بیوی کا مہر ادا کر دینے سے بیوی میراث سے محروم نہیں ہوگی؛ بلکہ میراث مستقل حق ہے اور مہر مستقل حق ہے، جس طرح جہیز دینے سے بیٹی میراث سے محروم نہیں ہوگی، جہیز ایک ناحق عمل ہے میراث مستقل حقِ واجب ہے، مگر افسوس ناجائز وناحق پر عمل کرتے ہیں اور حق واجب پر عمل نہیں کیا جاتا ہے۔

والدین کو میراث سے محروم کرنا

اولاد کے انتقال کے وقت اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں زندہ ہوں تو وہ بھی اپنی اولاد کے وارث ہیں، ان کو اپنی اولاد کے مال سے حصہ ملتا ہے، سماج میں بعض جگہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اولاد تو والدین کے مال میں حصہ دار تو ہوتی ہیں؛ لیکن والدین اولاد کے مال میں حصہ دار نہیں ہوتے؛ جب کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کے بالکل خلاف بات ہے، بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ والدین کو وارث تو سمجھا جاتا ہے؛ لیکن وراثت دی نہیں جاتی ہے، والدین مطالبہ کریں یا نہ کریں انہیں ان کا حق دینا ضروری ہے، اگرچہ انہیں فورا دینا ضروری نہیں؛ لیکن عموما اس طرح کے مقامات پر نہ دینے کے ہی صورت میں نتیجہ نکلتا ہے، بالآخر کلی طور پر محروم کر دی جاتی ہیں یعنی والدین کو بالکل ہی وراثت نہیں دی جاتی ہے۔(۲)

ماں کو میراث سے محروم کرنا

ماں کو میراث سے محروم کر دینا، عموما بعض لوگ یہ کہتے ہیں والدہ میراث لے کے کیا کریں گی، ہم پر ہی تو ان کا ذمہ ہے، ہم ہی ان پر خرچ کرتے ہیں، مال ہمارے ہی قبضے میں رہے تو کیا حرج ہے؟ والدہ بھی اس پر راضی ہیں، جبکہ یہ سوچ جاہلانہ حرکت ہے، مرنے والے کی بیوی کا جو حصہ اس کا بنتا ہے اس کے سپرد کر دیا جائے، وہ جس طریقے سے چاہے خرچ کرے، اپنے والدین کو دے، بھائی کو دے، حج فرض یا حج نفل کرے، صدقہ خیرات کرے، دینی کاموں کے لیے وقف کرے، مدرسہ مسجد بنوائے یا اولاد پر خرچ کرے وغیرہ؛ بہرصورت اسے اس کے حصے کا مالک بنا دینا چاہیے۔

---

(۱) تقسیم جائداد کے اسلامی اصول: ۲۱۹

(۲) مال وراثت میں خیانت نہ کیجیے ۲۸ :

یتیم کو وراثت سے محروم کرنا

مال وراثت میں یتیم کا مال ناحق طریقے سے کھانے کی بڑی سخت وعید آئی ہے، قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

جو لوگ یتیموں کا مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ کو جہنم کی آگ سے بھر رہے ہیں عنقریب انہیں بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کیا جائے گا(۱)، ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایک قوم اپنی قبروں سے اس طرح اٹھے گی کہ ان کے منہ سے آگ نکل رہی ہوگی، صحابہ کرامؓ کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالی نے کیا فرمایا: کہ جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔(۲)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ میں نے معراج کی رات ایسی قوم دیکھی جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹ کی طرح تھے، ان پر ایسے لوگ مقرر تھے جو ان کے ہونٹوں کو پکڑتے پھر ان کے منہ میں آگ کے پتھر ڈالتے جو ان کے پیچھے سے نکل جاتے، میرے پوچھنے پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق طریقے سے دنیا میں کھاتے تھے۔(۳)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار آدمی ایسے ہیں جنہیں جنت میں داخلہ نہ ہوگا اور اس کی نعمتیں چکھنے کی بھی توفیق نہ ہوگی [۱] شراب کا عادی [۲] سود کھانے والا [۳] ناحق یتیم کا مال کھانے والا [۴] والدین کا نافرمان۔(۴)

مال وراثت کے مشترکہ مال میں ثواب پہنچانے کی نیت سے سویم، دسواں، چالیسواں، فاتحہ نذر و نیاز کا اہتمام کیا جاتا ہے اور ان اعمال کو ایصال ثواب کا ذریعہ شمار کیا جاتا ہے، جبکہ میت کے چھوڑے ہوئے مال کے وارثوں میں یتیم اور نابالغ بچے بھی ہوتے ہیں، انکے حصے میں سے بھی اخراجات شمار کیے جاتے ہیں، یتیموں اور نابالغ ورثاء کے حصے سے کھانا پکا کر ایصال ثواب کے نام پر تقسیم کرنا ناجائز اور حرام ہے، اگر یتیم یا نابالغ وارث اجازت بھی دیدے تب بھی ان کا مال ان کاموں میں استعمال کرنا جائز نہیں

(۱) النساء: ۱۰
(۲) الدر المنثور ۲/ ۴۷۴
(۳) تہذیب الآثار: ۷۲۵
(۴) مستدرک حاکم، کتاب البیوع، حدیث ۲۳۰۰:

ہے؛ کیونکہ ان کی اجازت کا اعتبار نہیں ہوگا، جبکہ سماج میں خاص طور پر یتیم کے مال میں جو کوتاہیاں پائی جاتی ہیں، ان میں نابالغ بچے کی وراثت میں سے اس کا حصہ جدا کیے بغیر مشترکہ مال میں سے صدقہ خیرات کرنا رشتے داروں میں خوشی وغمی کے موقع پر هدایا اور تحفے کا لین دین کرنا، گھر میں آنے والے مہمانوں کی مہمان نوازی کرنا، بھائی بہن کی شادی اور تعلیم وغیرہ میں، میراث کا مشترکہ مال خرچ کرنا، یہ سب چیزیں ناجائز وحرام ہے، کسی بھی شکل میں یتیم کا مال علیحدہ کیے بغیر خرچ کرنا ناجائز اور حرام ہوگا۔

اور جس فرد کو یہ معلوم ہے کہ ابھی وراثت تقسیم نہیں ہوئی ہے اور میت کے ایصالِ ثواب کے لیے کھانا میراث کے مشترکہ مال میں سے تیار کیا جارہا ہے تو اس دعوت کا قبول کرنا ناجائز ہوگا۔

دوسری بیوی کی اولاد کو محروم کردینا

عموما ہوتا یہ ہے کہ جہاں دو بیویوں کی اولاد ہو ان میں سے جس بیوی یا جس بیوی کی اولاد کے قبضے میں مرنے والے کی املاک اور اموال میں سے جس قدر بھی ہو وہی ہڑپ کرجاتے ہیں، یہ بالکل نہیں سوچا جاتا کہ یہ مرنے والے کا مشترک مال ہے، شریعت کے مطابق اس کی بیویوں سے جو اولاد ہے، ان سب کا حصہ، مرنے والے نے جتنا بھی مال چھوڑا ہے خواہ کسی بھی بیوی اور کسی بھی اولاد کے قبضے میں ہو شرعا سب میں میراث کا قانون جاری ہوتا ہے، اگر تقسیم نہ کیا جائے اور جس کے قبضے میں مال ہے وہ مستحقین کو نہ پہنچائے تو جس کے پاس بھی اپنے حصے سے زیادہ ہوگا وہ حرام کھانے کے گناہ کا مرتکب ہوگا، ایک سے زائد بیوی ہونے کی صورت میں پرانی بیوی اور نئی بیوی کی میراث اور اس کی اولاد کی میراث میں کوئی فرق نہیں ہے، شرعا پچاس سال والی بیوی اور پانچ مہینے والی بیوی؛ بلکہ پانچ دن والی بیوی میں بھی تقسیم میراث میں فرق نہیں ہے۔

تقسیم میراث کا سبق آموز واقعہ

بغداد میں ایک دیانتدار اور ہوشیار تاجر رہا کرتا تھا، خدا نے کاروبار میں برکت دی، دور دور سے خریدار آتے، اپنی ضرورت کا سامان خریدتے، خدا نے گھریلو سکھ بھی دے رکھی تھی، بیوی نہایت خوبصورت، نیک، ہوشیار، سلیقہ مند تھی، تاجر بھی اس پر دل وجان سے فدا تھا، تجارت کی غرض سے کبھی باہر جاتا تو کئی کئی دن گھر سے باہر سفر میں گزارتا، جب تاجر جلدی جلدی سفر کرنے اور زیادہ وقت باہر گزارنے لگا تو بیوی کو شک ہوا اور اس نے سوچا ضرور اس میں کوئی راز ہے اس نے اپنی بھروسہ مند بوڑھی خادمہ کو

اپنے شعبے سے مطلع کر دیا، اس نے تحقیق کیا تو پتہ چلا کہ اس نے یہاں سے دور ایک اور شادی کر لی ہے اور وہیں ٹھہرا رہتا ہے، بوڑھیا کے اس راز فاش کرنے کے بعد بیوی کو تھوڑی تکلیف تو ضرور ہوئی؛ لیکن اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا سوچا کہ جو ہونا تھا ہو چکا، حسب سابق شوہر کی خدمت میں لگی رہی، کبھی شوہر پر ظاہر ہونے نہیں دیا کہ وہ اس راز سے واقف ہے، ادھر شوہر نے بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کمی کوتاہی ہونے نہ دی، بیوی نے سوچا کہ شوہر کا جائز حق تھا جو اس نے کیا، اور یہ بات مجھ پر گراں گزرے گی اس لیے مجھے معلوم ہونے بھی نہیں دیا اور نہ ہی شادی کے بعد میرے حقوق میں کوئی کمی کی، اس طرح وہ شوہر کی اور قدردان ہو گئی، چنانچہ ہنسی خوشی زندگی گزارتے رہے، جب تاجر کا انتقال ہو گیا تو اس تاجر کی دوسری شادی کی اطلاع کسی کو نہ تھی، رشتے داروں کو بھی یہی پتہ تھا کہ صرف ایک ہی بیوی ہے، لوگوں نے اسی حساب سے ترکہ تقسیم کر دیا، پہلی بیوی جس کو یہ سب پتہ تھا، وہ دوسری بیوی کو بھی شریک بنانا چاہتی تھی اور شوہر کے اس راز سے کسی کو اطلاع بھی دینا نہیں چاہتی تھی، ترکے کے تقسیم کے وقت اس نے اپنا حصہ لے لیا، پھر اس نیک بیوی نے سوچا کہ اگر میں اس بیوی کا حق مار کھا بیٹھی تو اللہ تعالی کو روز قیامت کیا منہ دکھاؤں گی، اس نے دوسری بیوی کو بھی اس میں حصے دار بنانے کی ٹھان لی، اپنے ایک معتمد آدمی کو اس تمام واقعہ سے باخبر کر کے اس دوسری بیوی کو اپنے حصے کا آدھا بھیج دیا، جس کے ہاتھ اس نے یہ حصہ بھیجا تھا، وہ تھوڑے دن کے بعد واپس آ گیا، اس نے مال کے ساتھ دوسری بیوی کا ایک خط بھی ساتھ لایا، اس نے اپنے اس خط میں اولاد اور اس کے شوہر کے انتقال پر اس کو تسلی آمیز کلمات لکھے اور تعزیت کی اور اس کی امانت داری اور شوہر کے راز سے مطلع ہونے کے بعد صبر و تحمل ساتھ گزاری ہوئی زندگی کا تذکرہ کر کے اس کی تعریف کی، آگے لکھا کہ تم نے نہایت امانت داری کے ساتھ میرا حصہ روانہ کر دیا؛ لیکن ادھر کچھ دنوں سے ہم دونوں کے تعلقات بگڑ گئے تھے، انہوں نے مجھے طلاق دے دی تھی؛ لہذا میں تمہارے بھیجے ہوئے حصہ کی حق دار نہیں رہی، یہ مال تمہارا ہے، دو سوکنوں کے اس آپسی خلوص نے دونوں کو تاحیات ایک دوسرے سے قریب کر دیا اور دونوں بہترین دوست بنی رہیں، امانت داری کی یہ مثال شاید دو بھائی آپس میں نہ کر سکیں جتنا دو سوکنوں نے کر دکھایا ہے۔(۱)

شیخۃ الحبیبہ رحمۃ اللہ علیہا کا واقعہ

شیخۃ الحبیبہ مکہ مکرمہ میں رہتی تھیں اور تیس سے زائد سال تک گوشت اور میوہ کو منہ میں نہیں ڈالا، جو

(۱) مسنون معاشرت: ۱/۱۶۲

افریقہ کے مقام سے منگائے جاتے تھے؛ کیونکہ ان کے باشندوں کے بارے میں سیدہ بدیعہ کو بتایا گیا تھا کہ وہ لوگ لڑکیوں کو وراثت میں شریک نہیں کرتے ہیں، اس بارے میں وہ اپنے والد شیخ نورالدین کے نقشے قدم پر چلتی تھیں، جو مدینہ منورہ کے پھلوں کو اس لئے استعمال نہیں کرتے تھے کہ ان کے علم میں لوگ ان کی زکوۃ نہیں نکالتے تھے۔(۱)

ایک عالم کا عبرتناک واقعہ

ایک بڑے عالم کا جب انتقال ہوا تو ان کے کسی شاگرد نے خواب میں دیکھا کہ وہ عالم برہنہ ہیں، ایک چٹیل میدان میں دوپہر کی سخت گرمی سے بے چین اور پریشان ادھر ادھر دوڑ رہے ہیں، شاگرد نے تعجب سے پوچھا ساری زندگی اطاعت اور عبادت اور خدمت دین میں گزاری، مخلوق کی تربیت اور اصلاح میں گزاری، کیا کوئی عبادت آپ کی قبول نہیں ہوئی؟ استاد نے کہا: ایسی بات نہیں ہے، اللہ نے جن اعمال صالحہ کی توفیق دی تھی وہ سب قبول ہوگئی، جس عذاب کے اندر مبتلا ہوں، اسکی وجہ بس ایک سوئی ہے، میں نے انتقال سے چند روز پہلے اپنا کپڑا سینے کے لیے پڑوسی سے سوئی مانگی تھی، کپڑا سی کر سوئی الماری میں رکھ دی، پڑوسی کو واپس کرنا بھول گیا، اس سوئی کی وجہ سے مجھے یہ عذاب ہو رہا ہے جو تم دیکھ رہے، صبح میرے گھر جا کر گھر والوں سے الماری میں فلاں جگہ پر رکھی ہوئی سوئی مانگ کر فلاں پڑوسی کو پہنچا دینا؛ تا کہ میرا یہ عذاب دور ہو جائے، صبح شاگرد گھر پہنچا، سارا واقعہ سنایا اور وہ سوئی پڑوسی کو واپس کر آیا، دوسرے دن خواب میں دیکھا کہ استاد کی حالت بہت بہتر ہے، خوبصورت، سرسبز وشاداب باغیچوں میں ایک مسہری پر آرام سے بیٹھے ہیں، ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں، محض ایک سوئی کی وجہ سے بڑے عالم دین کو عذاب دیا جا رہا ہے تو ہمارا و تمھارا کیا شمار۔(۲)

حرام خوری دین سے دوری کا سبب

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "میں نے بصیرت کی بناء پر تجربہ کیا ہے کہ لوگوں کی دین سے دوری میں ۸۰/ فیصد حرام مال کھانے کا عمل دخل ہے، اور دس فیصد بے نمازی کے ہاتھ کا کھانا کھاتے ہیں اور دس فیصد نیک لوگوں کی صحبت اختیار نہیں کرتے، کسی دوسرے کا حق کھانا گناہ کبیرہ ہے، یہ ایسا گناہ

---

(۱) حاشیۃ المستشرین: ۳۴
(۲) تقسیم جائداد کے اسلامی اصول ۱۸۴:

ہے کہ جب تک معاف نہ کرایا جائے معاف نہیں ہوگا، اللہ رب العزت مہربانی فرما کر حقوق اللہ کو معاف فرما دیں گے، مگر حقوق العباد اس وقت تک معاف نہیں ہوں گے جب تک اس شخص سے معاف نہ کرا دیئے جائیں جس کے حقوق تلف کئے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا جس نے مال حق کے ساتھ لیا تو اس میں برکت ڈالی جائے گی اور جس نے بغیر حق کے مال لیا تو اس کی مثال اس شخص سی ہے جو کھاتا ہے؛ لیکن سیر نہیں ہوتا۔(۱)

حرام ذرائع سے بچنے کے اہتمام میں کوتاہی

بہت سے بندے دیگر حرام ذرائع سے بچتے ہیں؛ مگر شرعی تقسیم میراث کی کوتاہی کے مرتکب بڑے بڑے دیندار لوگ بھی ہیں، کئی لوگ سود، چوری، جھوٹ ودھوکہ سے بچتے ہیں، دیندار ہونے کے دعوے دار بھی ہیں؛ لیکن میراث کے متعلق دوسروں کے حقوق کھا کر آگ کے انگارے اپنے پیٹ میں بھرتے ہیں، یاد رکھیں! مرنے والے کی جیب سے اگر ایک الائچی، چاکلیٹ یا ایسی معمولی چیز جسکا شمار نہیں نکلے تو کسی وارث کے لئے شرعاً جائز نہیں کہ وہ اسے استعمال کرے؛ کیونکہ اس میں تمام ورثاء کا حق ہے، اس الائچی وغیرہ کو بھی ترکہ میں رکھ کر شرعی طریقہ سے تقسیم کیا جائے گا، افسوس! لوگ رواج پر تو عمل کرتے ہیں؛ مگر قرآن مجید پر عمل کرنا نہیں چاہتے، جو جائیداد آپ کو وراثت میں ملی ہے؛ اگر اس میں پھوپھیوں اور بہنوں کا حصہ ان کے حوالے کر دیا گیا ہو تو شکر کریں، نہیں تو سمجھ جائیں کہ تم اپنی اولاد کو جہنم کی آگ کھلا رہے ہو۔

ساری زندگی عبادت موت کے وقت معصیت

بعض لوگ تمام عمر اطاعت خداوندی میں مشغول رہتے ہیں ؛لیکن موت کے وقت میراث میں وارثوں کو نقصان پہنچاتے ہیں ، بلا وجہ شرعی کسی حیلے سے محروم کر دیتے ہیں یا حصہ کم کر دیتے ہیں، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں پہنچا دیتا ہے، مالی حقوق میں حیلے بہانوں سے کام لینے والوں کی تمام عمر کی عبادتیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تبلیغ اور دیگر اعمال ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی آدمی ستر برس جنتیوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے، پھر اپنی وصیت میں خیانت کر بیٹھتا ہے تو اس کا خاتمہ برے عمل ہوتا ہے اور وہ جنت میں جہنم میں داخل ہوجاتا ہے اور کوئی شخص

(۱) روزنامہ پاکستان:09/01/2015

ستر برس تک جہنمیوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے۔ پھر اپنی وصیت میں انصاف سے کام لیتا ہے تو اس کا خاتمہ اچھے عمل پر ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْخَيْرِ سَبْعِينَ سَنَةً، فَإِذَا أَوْصَى حَافَ فِي وَصِيَّتِهِ، فَيُخْتَمُ لَهُ بِشَرِّ عَمَلِهِ، فَيَدْخُلُ النَّارَ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الشَّرِّ سَبْعِينَ سَنَةً، فَيَعْدِلُ فِي وَصِيَّتِهِ، فَيُخْتَمُ لَهُ بِخَيْرِ عَمَلِهِ، فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ (۱)

تقسیمِ میراث کے فوائد

اجتماعی وانفرادی جو فائدے حاصل ہوتے ہیں، چند درج ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے۔
۲۔ ایسے بندے سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔
۳۔ بندہ جنت کا حق دار ہوتا ہے۔
۴۔ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ شفاعت نصیب ہوگی۔
۵۔ عذاب سے نجات حاصل ہو جائے گی۔
۶۔ ایسے شخص کا مال حلال ہونے کی وجہ سے مالی عبادتیں قبول ہوتی ہیں۔
۷۔ جن عزیز واقارب اور عورتوں کو میراث میں سے حصہ ملتا ہے، وہ ان کے لیے دل سے دعائیں کرتے ہیں اور محروموں کو جب حق ملتا ہے تو وہ ایسے شخص کے ہمدرد بن جاتے ہیں۔
۸۔ تقسیمِ میراث سے دولت تقسیم ہوتی ہے جو اسلام کا ایک مقصد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ (۲)

ترجمہ: ''تا کہ وہ تمھارے مال داروں ہی کے درمیان گشت نہ کرتا رہے''۔

۹۔ تقسیمِ میراث کے حکم پر عمل کرنے سے دوسروں کو ترغیب ہوتی ہے اور پہل کرنے والے کو اجر ملتا ہے اور اس کے لیے صدقہ جاریہ بن جاتا ہے۔

---

(۱) ابن ماجہ، کتاب الوسایا، بابل، حدیث نمبر: ۲۷۰۴
(۲) الحشر ۷:

میراث تقسیم نہ کرنے کے نقصانات

کسی دوسرے کا حق کھانا حرام ہے اور حرام کھانے پر جہاں آخرت میں عذاب ہوگا وہیں دنیا میں بھی اس کے بڑے نقصانات ہیں، میراث سے مستحقین کو محروم رکھنے کے کئی خطرناک نتائج ہیں:

۱۔ قرآن وسنت کے مطابق میراث تقسیم نہ کرنا کفار، یہود، نصاریٰ، ہندوؤں اور غیر مسلم اقوام کی مشابہت ہے۔

۲۔ اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے بغاوت ہے جو صریح فسق ہے اور گناہِ کبیرہ ہے۔

۳۔ برسہابرس دوسرے کی میراث کھانا اور توبہ نہ کرنا گناہِ کبیرہ پر مصر رہنا ہے۔

۴۔ کمزور کی میراث کھاجانا ظلم ہے اور طاقتور کی میراث کھانا غصب میں داخل اور ظلم سے بڑھ کر ہے۔

۵۔ میراث کا مال وہ قرض ہے جو واجب الادا ہے، اگر دنیا میں ادا نہیں کرے گا تو آخرت میں لازماً دینا ہی ہوگا۔

۶۔ ناحق میراث کے مال سے صدقہ خیرات، حج وعمرہ کرنا؛ اگرچہ فتوے کی رُو سے فریضہ ادا ہو جائے گا؛ لیکن کچھ ثواب نہیں ملے گا۔

۷۔ میراث کا مال کھانے والا حرام خور شمار ہو کر دعاؤں کی قبولیت سے محروم رہے گا۔

۸۔ مالِ میراث کھانے والا شریعت کے مطابق دوزخ میں داخل ہوگا۔

۹۔ ناحق میراث کا مال کھانے والے کو حقدار وارث کی بددعائیں لگتی ہیں۔

۱۰۔ میراث کا غاصب حقوق العباد تلف کرنے کا مجرم ہے۔

۱۱۔ میراث کا مال غیر وارث کے نسلوں میں منتقل ہوگا تو نسل درنسل حرام کی نحوست منتقل ہوتی رہے گی۔

۱۱۔ جتنا عورت کو اس کے حق سے محروم رکھا جائے گا اتنا ہی اس کے دل میں مذہب اور مذہب کے ذمہ داروں سے بیزاری پیدا ہوگی۔

۱۲۔ دنیا میں ذلت ورسوائی کا ایک اہم سبب قانون وراثت پر مکمل عمل نہ کرنا، بیوی، بہن، بیٹیوں کو محروم وکم کرنا ہے۔

حاصل یہ کہ عورتوں کو حق میراث سے محروم کرنا، بیٹیوں کو ترکہ میں سے حصہ نہ دینا اور ھبہ کرتے ہوئے لڑکیوں کو نظر انداز کرنا سخت گناہ اور ظلم شدید ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی عدول حکمی بھی ہے، قرابت داروں کے ساتھ حق تلفی اور ناانصافی بھی اور نہایت قبیح قسم کی حرام خوری بھی، حرام خوری ایسا گناہ ہے کہ یہ انسان کی

عبادت کو ضائع کر دیتی ہے، اس کی وجہ سے دُعائیں قبول نہیں ہوتیں، انسان طرح طرح کی آفتوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوتا رہتا ہے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے؛ اس لئے کسی بھی طرح یہ مناسب نہیں کہ انسان دنیا کی متاعِ حقیر کے لئے دنیا اور آخرت کا اتنا بڑا خسارہ مول لے اور جانتے بوجھتے نقصان کی تجارت کرے!!

اپنے معاملات میں تو شریعت نافذ کرلو

مرنے والے کی جائیداد ایک امانت ہے، اس کے حقدار وہ وارثین ہیں جنہیں قرآن نے تفصیلاً بیان کر دیا ہے، اس امانت کو جلد از جلد اس کے حقداروں کے حوالے کر دو، اگر ملک میں سیاسی سطح پر اللہ کی شریعت نافذ نہیں ہے تو کم از کم ہم ان معاملات میں تو اللہ کی شریعت کو نافذ کریں، جہاں ہمارا اختیار چلتا ہے اتنا تو اسلامی نظام قائم کریں۔

ہم سب پر ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کا قرض ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ عوام کو اسلامی قانون وراثت کے مطابق حصوں کی شرعی تقسیم کا علم سکھایا جائے، معاشرے کو احساس دلایا جائے کہ عورت کو اس کے حقِ وراثت سے محروم رکھنا حرام ہے۔

جو جائیداد بھی آپ کے پاس ہو، اس کے متعلق آپ اپنے بیٹوں کو تاکید کر دیجیے کہ وہ اپنی بہنوں کو وراثت میں حصہ ضرور دیں، اگر ابھی تک وراثت کا بوجھ آپ کی گردن پر ہے تو فکر کریں۔

وراثت کے احکام کا نفاذ اسلامی خاندان کی روح ہونے کے علاوہ اہلِ خاندان کے معاشی حقوق کے استحکام کی ضمانت ہے، جو مضبوط، مستحکم اور اسلامی خاندان کی تشکیل کے خواہش مند ہیں انہیں اسلام کے نظامِ وراثت کو خوش دلی سے نافذ کرنا ہوگا۔

بحیثیت مسلمان نظامِ میراث پر فخر کریں، ابنائے وطن کو بتائیں اور سمجھائیں، ان کے شکوک وشبہات دور کریں، اسلام کے عدل کا اعتراف کروائیں، تاکہ وہ اپنے نظام کے نقائص پر غور کریں۔

احکامِ میراث کے علم سے ناواقفیت سے مسلمان بعض اوقات میراث کے شرعی حقداروں کو محروم کر دیتا ہے، نافرمان اولاد کو عاق کر کے متوفی کے ترکے سے محروم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مختلف بیویوں کی اولاد میں کمی بیشی عام ہے، یتیم پوتے کی وراثت پر شریعت کے فیصلے سے مطمئن نہ ہونا؛ حالانکہ دادا یا دادی ان کے لیے ہبہ یا وصیت کا پورا استحقاق رکھتے ہیں، بیٹی کو شادی کے بعد ترکے سے محروم کر دینے کا رواج ہے۔

البتہ اگر میت نے مال نہیں چھوڑا تو اب ورثاء پر اپنی آمدنی سے تدفین کے انتظام کو سنبھالنا واجب ہے، عام طور پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے نظر آتے ہیں کہ اسلام عورت کو کم حصہ دیتا ہے اور مرد کو زیادہ حصہ دیتا ہے۔

یہ شبہ بالکل باطل ہے؛ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہر وارث کو اس کی حیثیت، میت سے قرابت اور ذمہ داریوں کو سامنے رکھتے ہوئے حصہ دیتا ہے، جس میں ورثاء کے حصے میں باہم تفاوت لازمی امر ہے، جہاں تک عورت کے حصے کا تعلق ہے اس کا معاملہ بھی یہی ہے، جہاں اس کا حصہ زیادہ ہے وہاں اس کی قرابت اور ذمہ داری کو ملحوظ رکھا گیا ہے، کبھی مردوں کا باہم ایک دوسرے سے حصہ کم زیادہ ہوسکتا ہے اور کبھی دو عورتوں کا حصہ آپس میں ایک دوسرے سے کم زیادہ ہوسکتا ہے، اسی طرح مرد و عورت کا حصہ بھی ایک دوسرے سے کم اور زیادہ ہوسکتا ہے اور اس کی وجہ ان کی حیثیتوں کا فرق ہے۔

تقسیم میراث میں عام غلطی اور اس کا حل

میراث سے متعلق مسلمانوں میں یہ غلطی پائی جاتی ہے کہ تقسیم میراث خود سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں؛ کسی عالم و مفتی کی مدد کو گوارا نہیں کرتے، جس سے یہ نقصان ہوتا ہے کہ انصاف سے ورثاء کو اپنا حصہ نہیں ملتا؛ کیوں کہ عوام میراث کے شرعی ضابطوں اور اقسام ورثاء وغیرہ سے واقف نہیں ہوتی ہے، جس کے نتیجہ میں تقسیم میں اکثر غلطی پائی جاتی ہے۔

اسی طرح عام مسلمان کو اس کا بھی علم نہیں ہے کہ کون کون وارث بنتے ہیں اور کون محروم ہوتے ہیں، عوام میں یہی مشہور ہے کہ صرف بیٹے اور بیٹیاں وارث بنتی ہیں، جن میں سے بیٹوں کو بیٹیوں کے مقابلہ دگنا ملتا ہے، عوام کا یہ علم ناقص ہے، اس لئے کہ بسا اوقات ورثاء میں اولاد کے علاوہ ماں، باپ وغیرہ بھی ہوتے ہیں، جو کہ شرعی وارث ہیں؛ لیکن عوام کی اس نا سمجھی سے اولاد کے علاوہ دیگر ورثاء محروم ہوجاتے ہیں۔

اس طرح کے غلطیوں سے بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ تقسیم میراث علماء و مفتیان کرام کی زیر نگرانی ہی انجام دی جائے، کیوں کہ علمِ میراث ایک عظیم علم ہے، جس میں علماء کو مہارت ہوتی ہے، اس طرح کرنے سے ہی ایسی غلطیوں سے بچنا ممکن ہے۔

باب دوم

دنیا کے مختلف مذاہب میں نظام میراث

اسلام سے پہلے دنیا میں جتنے مذاہب اور نظام ہائے قانون بنائے گئے سب میں قانونِ میراث بہت ہی غیر متوازن وغیر معتدل تھا، اسلام نے تمام بے اعتدالی کو ختم کر کے ایک نہایت متوازن اور عادلانہ نظامِ میراث عطا کیا، مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی ترکہ کا حق دار بنایا گیا؛ البتہ دونوں کی مالی ذمہ داریوں میں تفاوت ہے، اس لئے دونوں کے حق میراث میں فرق رکھا گیا، اسلام سے قبل اور دیگر موجودہ سماجوں میں عورت کی میراث کی تقسیم کچھ اس طرح ہے:

ا۔ یہودی مذہب میں نظام میراث

یہودی مذہب میں عورت کو میراث سے محروم رکھا گیا، خواہ وہ ماں، بہن، بیٹی یا کوئی اور ہو، وراثت کا حقدار صرف لڑکا ہوتا ہے، خواہ وہ نطفہ ناجائز ہو، مرنے والے کے والدین، بیوہ اور بیٹیاں اولاد نرینہ کے رحم وکرم پر ہوتی ہیں؛ اگر نرینہ اولاد متعدد ہوں اور ان میں سے کوئی غیر شادی شدہ ہو تو غیر شادی شدہ لڑکے کو شادی شدہ کے مقابلہ دگنا حصہ ملتا ہے؛ البتہ اگر کوئی مرد نہ ہو تو عورت کو وراثت ملے گی اور اگر بیٹا موجود ہے تو بیٹی کو کچھ نہیں ملے گا، نیز اگر لڑکی نابالغ ہو تو بارہ سال کی عمر تک وہ باپ کے ترکے میں سے اپنا خرچہ لے سکتی ہے، جب کہ بیوی کو شوہر کی میراث سے کسی بھی صورت میں کچھ بھی نہیں ملے گا، بیوی کی کمائی اور اس کے مال میں شوہر کو پورا حق حاصل ہوتا ہے، بیوی مرجائے تو پوری جائداد کا شوہر تنہا مالک ہوتا ہے، بغیر کسی کی شرکت کے؛ جب کہ شوہر مرجائے تو بیوی کو کچھ نہیں ملتا ہے۔

یہودیت میں مرد کو اپنے مال میں تصرف کا کامل حق حاصل ہوتا ہے، جب چاہے، جس کو چاہے ہبہ و وصیت کرسکتا ہے اور وہ نافذ بھی ہوجاتی ہے؛ اگرچہ تمام ورثاء محروم ہی کیوں نہ ہوجائے۔ حتی کہ مرتے وقت بھی کسی کو پورے مال یا بعض مال کی وصیت یا ہبہ کردے تو وہ نافذ ہوجاتی ہے اور جس کو ہبہ یا وصیت کی ہے، وہ اس مال کا مالک بھی بن جاتا ہے۔

یہودیت کی کتاب تالمود کے مطابق، یہودی اللہ کا جزء ہیں (**نعوذ باللہ**) اور اللہ کے یہاں فرشتوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں، تالمود یہ بھی کہتی ہے کہ کسی یہودی کو تکلیف دینا اللہ کی عزت کو تکلیف دینا

ہے اور یہودی تمام لوگوں اور ان کے اموال پر غاصب ہوسکتے ہیں اور جو اس طرح کسی کے مال پر مسلط ہوجائے اسے ملامت نہیں کیاجائے گا۔ (اعاذنا اللہ منہم)

جس مذہب کی تعلیمات اس قدر ظلم و استحصال پر مشتمل ہو، وہ بھلا کیسے عالمگیر طور پر عادلانہ نظام وراثت پیش کرسکتا ہے، مولانا صلاح الدین حیدر لکھوی صاحب اپنی کتاب ''اسلام کا قانون وراثت'' میں یہودیت کے غیر عادلانہ نظام وراثت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہودیت کے مطابق صرف بیٹا وارث بن سکتا ہے اور اس میں بھی ناانصافی یہ ہے کہ بڑے بیٹے کو دگنا ملے گا، یہودیت ولدالزنیٰ کو تو وارث بناتی ہے، لیکن ماں، بیوی یا بیٹی کو وارث نہیں بناتی۔

۲۔نصرانیت میں نظام میراث

نصرانیت درحقیقت شریعت موسوی کی تکمیل ہے، مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھا لیے جانے کے بائیس سال بعد مسیحیت نے تورات کے تمام احکامات کو ختم کرکے نئے قوانین گھڑ لئے، جس میں رومی یا یونانی قانون کے تحت وراثت تقسیم ہوتی ہے، ۵۴۳ء میں بادشاہ ''گسٹنیانوس'' نے وراثت کی بنیاد قرابت پر رکھی، زوجیت سببِ قرابت نہیں شمار ہوگی، میاں بیوی میں ہر ایک دوسرے کے ترکے سے محروم ہوگا؛ کیونکہ وراثت کی بنیاد قرابت پر ہے، نہ کہ زوجیت پر۔

۳۔رومیوں کے مذہب میں نظامِ میراث

رومیوں کے یہاں عورت کو مرد کے برابر حصہ ملتا تھا خواہ وہ کسی بھی درجہ کی ہو جیسے بھائی بہن اور داداو دادی وغیرہ، لیکن بیوی کو اپنے شوہر کے ترکہ سے کچھ بھی نہیں ملتا؛ تاکہ اس خاندان کا مال دوسرے خاندان میں منتقل نہ ہوجائے، چنانچہ اگر کسی عورت نے اپنے باپ سے میراث پائی ہو اور جب وہ مرجائے تو اس کے ترکہ سے اس کے بیٹے اور بیٹوں کے بجائے اس کے بھائیوں کو حصہ ملتا تھا یعنی ان کے نزدیک زوجیت وراثت کے اسباب میں سے نہیں ہے، کیونکہ وہ کسی کی میراث دوسرے خاندان کی طرف منتقل کرنا نہیں چاہتے، خوہ وہ اسکی سگی اولاد ہی کیوں نہ ہو، ان کے نزدیک میراث کا مستحق اسی بنیاد پر ہے کہ مال و دولت مرنے والے کے خاندان ہی میں باقی رہے، مختلف خاندانوں میں تقسیم نہ ہو۔

اسی طرح مالک نے غلام آزاد کیا تو اس غلام کے مرنے کے بعد اس کے حقیقی وارث نہ ہوں تو اس غلام کا مال اس کو آزاد کرنے والے مالک کو ملے گا۔

۴۔قدیم مشرقی قوموں کا نظام میراث

قدیم مشرقی اقوام یعنی طورانی، سریانی، شامی، اشوری، یونانی، کلدانی، فینقی اور دیگر قومیں جو عیسی علیہ السلام کی ولادت سے قبل مشرق میں آباد تھیں، اگر بڑا لڑکا موجود نہ ہوتو ان میں جو زیادہ فطین اور عمر دراز ہو وہ وارث ہوتا ہے، اس کے بعد دیگر بھائیوں کا، پھر چچاؤں کا درجہ تھا، اس درجہ بندی کے ساتھ اس میں اتنی توسیع تھی کہ سسرالی خاندانوں اور پورے قبیلے تک کو میراث میں درجہ بدرجہ حصہ ملتا، مگر عورتیں اور نابالغ بچے میراث سے محروم رہتے تھے۔(۱)

۵۔قدیم مصری قوم میں عورت کی میراث

ان کے یہاں میت کے تمام رشتہ دار کو جمع کیا جاتا تھا جن میں اس کا باپ، ماں، بیٹے، بیٹیاں، بھائی، بہنیں، چاچے، ماموں، موسیاں اور بیوی سب شامل ہوتے تھے اور ہر ایک کو برابر برابر حصہ ملتا تھا، جن میں مرد، عورت اور چھوٹے، بڑے میں کوئی تمیز نہیں ہوتی تھی، خواہ وہ دور کا ہو یا قریب کا ہو۔

۶۔روس میں نظامِ میرث

روس میں کمیونزم کی وجہ سے وراثت کا کوئی تصور ہی نہ تھا، پہلی مرتبہ ۱۹۴۵ء میں تین طرح کے لوگوں کو وارث قرار دیا گیا: [۱] اولاد اور زوجین [۲] والدین اور منہ بولا بیٹا [۳] بھائی بہن، ان میں سے قریب ترین کی موجودگی میں دور کے رشتے دار کو محروم کر دیا گیا۔

۷۔ہندو دھرم میں نظام میراث

اس مذہب میں انسانیت کو چار طبقاتی تقسیم میں منقسم کر دیا گیا ہے:

۱۔برہمن: یہ طبقہ مذہبی پنڈت یا روحانی پیشوا پر مشتمل ہے۔

۲۔کشتری: یہ طبقہ اشراف وامراء پر مشتمل ہے۔

۳۔ویش: یہ طبقہ کاروباری طبقہ پر مشتمل ہے۔

۴۔شودر: یہ طبقہ خدمت گزاری اور نوکر قسم کے افراد پر مشتمل ہے۔

---

(۱) عبدالعظیم جبیر، زنان وحق میراث، ص، کابل افغانستان: ریاست تدقیق ومطالعات علوم اسلامی، 1399 ش۔ چاپ اول

ان تقسیمات میں انسان کو بانٹ کر کیسے عادلانہ نظام وراثت دے سکتا ہے، چنانچہ ہندو مذہب میں شادی کے بعد عورت کا رشتہ اپنے میکہ سے ٹوٹ جاتا ہے، وہ اپنے والدین اور اقارب کی وارث نہیں ہوتی، تمام دولت کا مالک صرف بڑا لڑکا ہوتا ہے اور دوسرے سب محروم ہوتے ہیں۔

۸۔عرب زمانہ جاہلیت میں عورت کی میراث

ان کے نزدیک تقسیم میراث کا کوئی مستقل نظام نہ تھا، وہ لوگ مشرقی دیگر اقوام کے طریقے پر چلتے تھے، وہ لوگ اپنی میراث کے حقدار صرف جنگ جو قابل مردوں کو سمجھتے تھے یعنی میراث کا حق دار وہی ہوگا جو گھوڑ سواری کرسکتا ہو، تلوار چلا سکتا ہو اور دشمنوں کا مقابلہ کرسکتا ہو، وجہ یہ تھی کہ عربوں میں جنگ وجدال، لوٹ مار اور قتل وغارت گری عام تھی، اس لئے جو لڑنے کے قابل ہوتے وہی میراث پانے کے بھی اہل سمجھے جاتے تھے۔

"کیف نعطی المال من لا یرکب فرسا ولا یحمل سیفا ولا یقابل عدوا"(۱)

جس کی لاٹھی اس کی بھینس، عورتیں چلاتی رہیں، بچے بلکتے رہیں، بوڑھے تڑپتے رہیں، در در کی ٹھوکریں کھاتے رہیں، بھوکے رہیں، زندہ رہیں یا مرجائیں، کوئی غم نہیں، کوئی پرواہ نہیں، خاندان کے نوجوان بھائی، چچا میت کا سارا مال ہڑپ کرجاتے، عورتوں کو اپنے شوہر کی جدائی کا غم، بچوں کو اپنے باپ کے کھونے کا صدمہ، اس پر مزید یہ ظلم کہ ان کی آنکھوں کے سامنے پوری زندگی کا سرمایہ اور جینے کا سہارا چھین لیا جائے سب کو بے یار ومددگار وبے سہارا چھوڑ دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو کلی طور پر محروم رکھا جاتا؛ بلکہ ظلم اس حد کو پہنچ چکا تھا کہ عورتوں کو ہی ترکہ اور میراث بنا کر آپس میں تقسیم کرلیتے تھے، اپنی لڑکیوں کو میراث دینا تو دور چھوٹی بچیوں کو کبھی کبھار زندہ درگور کردیا جاتا تھا، امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں لکھا ہے: وراثت جاہلیت کے زمانہ میں صرف طاقتور مردوں کو ملا کرتا تھا اور عورتوں کو اس میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جاتا تھا تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کرکے اس ظلم پر مبنی قانون کو باطل کردیا۔

"وَكَانَتِ الْوِرَاثَةُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِالرُّجُولِيَّةِ وَالْقُوَّةِ، وَكَانُوا يُوَرِّثُونَ الرِّجَالَ دُونَ النِّسَاءِ، فَأَبْطَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَلِكَ بِقَوْلِهِ: لِلرِّجَالِ

(۱) المیراث:۱۴۱

نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ)"(۱)

عورتوں کے حصوں کے بیان کرنے میں قرآن کا اسلوب

آپ اللہ تعالی کے اس ارشاد میں غور فرمائیں "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ" یعنی لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا، اللہ تبارک وتعالی نے: "لِلْأُنْثَيَيْنِ مِثْلُ حَظِّ الذَّكَرِ" نہیں فرمایا کہ دو لڑکیوں کو ایک لڑکے جتنا حصہ ملے گا، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں لکھا ہے: اس کی وجہ یہ ہے اہل عرب صرف لڑکوں کو حصہ دیا کرتے تھے، لڑکیوں کو نہیں دیتے تھے، ان کی اس عادت سیئہ پر رد اور لڑکیوں کے معاملے میں اہتمام کے لیے فرمایا کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا، گویا یہ فرمایا کہ صرف لڑکوں کو حصہ دیتے ہو، ہم نے ان کا حصہ دگنا کر دیا ہے لڑکیوں کے مقابلے میں؛ لیکن لڑکیوں کو بھی حصہ دینا ہوگا، ان کو میراث سے محروم نہیں کیا جائے گا۔(۲)

زمانۂ جاہلیت میں عورت مالِ میراث شمار ہوتی

اگر کوئی مرد مر جاتا تو اس کے گھر کے مرد اس کی بیوی کے مالک اسی طرح بن جاتے جس طرح اس کے ترکہ کے مالک بن جاتے، وارث آتا اور باپ کی بیوہ پر کپڑا ڈال کر کہتا کہ میں نے اسے وراثت میں پالیا ہے، جس طرح باپ کی میراث میں مال پاتا، اسی طرح اس کی بیوہ کو بھی پاتا، اسے اس پر مکمل ملکیت حاصل ہو جاتی [۱] اس کی مرضی کے بغیر بھی اس کے ساتھ شادی رچالی جاتی، مزید یہ کہ اسے کچھ بھی مہر نہ دیتے [۲] یا بغیر اس کی رضامندی کے اپنی مرضی سے ہی اس کی شادی کسی اور سے کر دیتے، اور مہر خود کھا لیتے [۳] یا اگر چاہتے تو عمر بھر اسے بغیر شادی ہی رہنے پر مجبور کرتے، نہ خود شادی کرتا اور نہ کسی سے کرنے کی اجازت دیتا۔[۴] اور کبھی سوتیلا بیٹا بھی اس کے ساتھ جبری شادی کرتا تھا اور مالِ میراث کی طرح اس کا بھی مالک بن جاتا۔(۳)

اسلام نے اس ظالمانہ نظام کو باطل کرتے ہوئے فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا

---

(۱) الجامع لاحکام القرآن، تفسیر القرطبی ۵: ۷۷/، دار الکتاب العربی، بیروت

(۲) ماہنامہ دار العلوم شمارہ 5، جلد: 96، جمادی الثانیہ 1433 ہجری مطابق مئی 2012ء

(۳) عبد العظیم جہیر، زنان وحق میراث، ص، کابل افغانستان: ریاست تدقیق ومطالعات علوم اسلامی، 1399 ش۔ چاپ اول

تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا''(۱)

اے ایمان والو! تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اپنی عورتوں کے جبراً وارث بنو اور اس نیت سے انہیں قید نہ رکھو کہ تم نے جو کچھ انہیں دیا ہے، اس میں سے کچھ حصہ واپس لے لو، مگر یہ کہ وہ مبینہ بدکاری کی مرتکب ہوں اور ان کے ساتھ اچھے انداز میں زندگی بسر کرو، اگر وہ تمہیں ناپسند ہے تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں تو ناپسند ہو، مگر اللہ اس میں بہت سی خوبیاں پیدا کر دے۔

الغرض اسلام کے علاوہ جتنے مذاہب ہیں سب میں میراث کے طریقوں میں سے کسی میں بھی انصاف نہیں تھا، عرب جاہلیت میں جو زیادہ طاقتور اور بااثر ہوتا وہ ان سب لوگوں کا حصہ بھی مار رکھا تا تھا جو اپنا حصہ حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

زمانۂ جاہلیت میں اسبابِ میراث

زمانۂ جاہلیت میں جن اسباب کی وجہ سے آدمی کو میراث ملتی تھی، ان میں [۱]۔"نسب [۲] معاہدہ" (ایک دوسرے سے خوشی وغم میں تعاون کرنا، ایک مرے گا تو دوسرا اس کا وارث بنے گا، ابتدائے اسلام میں ہجرت کے بعد مواخاۃ اسی کی شکل تھی) [۳]۔"متبنّٰی"(منہ بولا بیٹا) وارث بنتا تھا [۴] ''وصیت'' اسلام میں زمانۂ جاہلیت کی رسموں کی اصلاح کے لئے تدریجاً احکام نازل ہوئے، چنانچہ ابتداءً وارث کے حق میں وصیت کو گوارا کیا گیا۔

''كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ''(۲)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

---

(۱) النساء: ۱۹

(۲) البقرۃ: ۱۸۰

ـــ "شروع اسلام میں جب تک میراث کے حصے شرع سے مقرر نہ ہوئے تھے، یہ حکم تھا کہ ترکہ کے ایک ثلث تک مردہ اپنے والدین اور دوسرے رشتہ داروں کو جتنا مناسب سمجھے بتلا جاوے، اتنا تو ان لوگوں کا حق تھا، باقی جو کچھ رہتا وہ سب اولاد کا حق ہوتا تھا۔(۱)

۹۔ جاہلیتِ جدیدہ میں میراث

میراث کی تقسیم میں افراط وتفریط دنیا کے بہت بڑے حصے میں پایا جاتا تھا اور آج بھی پایا جاتا ہے اور مسلم اُمت بھی اس کبیرہ گناہ میں گرفتار ہے، چنانچہ اسلامی قانون کے خلاف ضد میں نئی جاہلیت یہ شروع ہوگئی کہ ہر حال میں عورتوں کو مردوں کے برابر دیا جائے۔

ENGLAND,USA (انگلینڈ) اور AUSTRALIA (آسٹریلیا) میں نظام میراث

آج کی دنیا کے ترقی یافتہ مملک میں نظامِ میراث بالکل ظالمانہ اور غیر منصفانہ ہے، ان کے میراث کا نظام شریعتِ اسلام کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ عقل کے بھی خلاف ہے۔ خود کو ترقی یافتہ مما لک کہے جانے والے چند مشہور مما لک ENGLAND,USA (انگلینڈ) اور AUSTRALIA (آسٹریلیا) کا نظامِ میراث بطور نمونہ کے بیان کیا جاتا ہے؛ تاکہ معلوم ہوجائے کہ اس نظام میں ورثاء اور رشتہ داری کا کتنا خیال رکھا گیا اور موازنہ ہوجائے اسلام کے عادلانہ نظام اور ظالم دنیا کے غیر منصفانہ نظام میں۔

ان تینوں مملک میں بنیادی اصول یہ ہے کہ ورثاء کے لیے میراث کی وصیت کرنا ہر ایک پر لازم ہے، اگر اپنی مرضی سے جائداد تقسیم کرنی کی خواہش ہو تو اور اگر کسی وجہ سے وصیت نہیں کیا کہ کس کو دیا جائے، کتنا دیا جائے، کیا دیا جائے اور کس کو نہیں دیا جائے تو پھر ان مما لک کی حکومت اپنے ملکی لاء کے حساب سے میراث تقسیم کرے گی۔

USA میں میراث لاء

USA میں مختلف صوبے ہیں اور ان مختلف صوبوں میں سے بعض صوبوں میں ترکہ پر ٹیکس لیا جاتا ہے اور بعض صوبوں میں وارث کو ملنے والے حصہ پر ٹیکس لیا جاتا ہے اور کسی ایک صوبہ میں ترکہ اور وارث کو

(۱) بیان القرآن: ۱/ ۱۱۵

ملنے والا حصہ دنوں پر ٹیکس لیا جاتا ہے۔

جن ممالک میں ترکہ پر ٹیکس لیا جاتا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر یہ ترکہ 12.06 ملین ڈالر (امیریکی ڈالر) سے زائد ہوتو زائد ترکہ پر USA حکومت کی جانب سے ۱۸% سے لیکر ۴۰% (چالیس فیصد) تک وراثت ٹیکس عائد ہوتا ہے اور یہ حکومت کے خزانہ میں جاتا ہے۔

مذکورہ حد سے کم ترکہ ہونے کی صورت میں یا زائد ترکہ پر ٹیکس کے بعد بقیا ترکہ کو میت کی جانب سے ورثاء کے حق میں وصیت نہ ہونے کی صورت میں USA کی حکومت ترکہ کو ورثاء کے درمیان تقسیم کرتی ہے۔

USA کے اکثر صوبوں میں یونیفارم پروبیٹ کوڈ (UNIFORM PROBATE CODE) لاگو ہے، ان صوبوں میں وصیت نہ ہونے کی صورت میں اسی کوڈ کے مطابق ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے، طریقۂ تقسیم یہ ہے:

(۱) اگر میت کی اولاد اور ماں باپ نہ ہوتو تمام ترکہ شریکِ حیات کو ملے گا۔

نوٹ: شریکِ حیات کا مفہوم:

(الف) بذریعۂ نکاح شریکِ حیات بنا ہو۔ جیسے شوہر یا بیوی، یا

(ب) بغیر نکاح کے سول پاٹنر شپ کے رجسٹریشن سے شریکِ حیات بنا ہو۔ جیسے: رجسٹرڈ کپل۔

(۲) اگر میت کی اولاد ہو اور یہ اولاد میت اور زندہ شریکِ حیات دونوں کے رشتہ کی ہو تو بھی تمام ترکہ شریکِ حیات کو ہی ملے گا۔

(۳) اگر میت کی شریکِ حیات اور اولاد ہو اور یہ اولاد میت اور زندہ شریکِ حیات دونوں کے رشتہ کی ہو اور ان کے ساتھ صرف میت سے رشتہ والی اولاد بھی ہو تو دونوں سے رشتہ والی اولاد اور شریکِ حیات کو تمام ترکہ میں سے 1,50,000 ڈالر (امریکی ڈالر) اور بقیا ترکہ میں سے بھی نصف حصہ دیا جائے گے اور باقی نصف حصہ صرف میت سے رشتہ (ایک رشتہ) والی اولاد کو ملے گا۔

نوٹ: شریکِ حیات اور اس کے ساتھ دو رشتہ والی اولاد کے زندہ ہونے کی صورت میں دو رشتوں والی اولاد کو الگ سے نہیں دیا جائے گا؛ بلکہ شریکِ حیات کو ہی دیا جائے گا، وہی ضرورت کے حساب سے اپنی اولاد پر خرچ کرے گا۔

(۴) اگر میت کی شریکِ حیات اور اولاد ہو اور یہ اولاد صرف میت سے رشتہ والی اولاد ہو (دونوں سے رشتہ والی اولاد نہ ہوں) تو شریکِ حیات کو تمام ترکہ میں سے 1,00,000 ڈالر (امریکی ڈالر) اور بقیا

ترکہ میں سے بھی نصف حصہ دیا جائے گے اور باقی نصف حصہ اس ایک رشتہ والی اولاد کو ملے گا۔

(۵) اگر شریکِ حیات کے ساتھ والدین باحیات ہوں اور اولاد نہ ہوں تو شریکِ حیات کو تمام ترکہ کا 2,00,000 ڈالر (امریکی ڈالر) دیا جائے گا اور بقیا ترکہ میں سے بھی تین ربع حصے دیے جائیں گے اور باقی ایک ربع حصہ والدین کو ملے گا۔

(۶) اگر میت کی شریکِ حیات نہ ہو، صرف اولاد باحیات ہوں تو تمام ترکہ اولاد کو مل جائے گا۔

(۷) اگر میت کی شریکِ حیات اور اولاد نہ ہوں تو تمام ترکہ والدین کو مل جائے گا۔

(۸) اگر شریکِ حیات، اولاد، والدین نہ ہوں تو تمام ترکہ میت کے بھائی بہنوں کو ملے گا، اور اگر یہ نہ ہوں تو ان کی اولاد کو ملے گا۔

(۹) اگر مذکورہ ورثاء نہ ہوں تو میت کے دادا، دادی کو ملے گا، اگر یہ نہ ہوں تو ان کی اولاد یعنی میت کے چچا، خالہ وغیرہ کو ملے گا۔

(۱۰) اگر کسی قسم کے وارث نہ ہوں تو تمام ترکہ حکومت لیلے گی۔

نوٹ: اس کے علاوہ کچھ دوسرے صوبوں میں کچھ دوسرے طریقہ بھی مستعمل ہیں۔

انگلینڈ (ENGLAND) میں میراث لاء

انگلینڈ میں میت کا جو بھی ترکہ بچ جاتا ہے، اگر یہ ترکہ 3,25,000 یورو (یوروپی کرنسی) سے زائد ہو تو زائد ترکہ پر انگلینڈ کی حکومت کی جانب سے ۴۰% (چالیس فیصد) وراثت ٹیکس عائد ہوتا ہے، جو ہر ترکہ پر لازم ہے اور یہ حکومت کے خزانہ میں جائے گا۔

مذکورہ حد سے کم ترکہ ہونے کی صورت میں یا زائد ترکہ پر ٹیکس کے بعد ترکہ میں سے تجہیز و تکفین، قرض اور حکومتی ٹیکس کی ادائیگی کے بعد بقیا ترکہ کو میت کی جانب سے ورثاء کے حق میں وصیت نہ کرنے کی صورت میں انگلینڈ کی حکومت ترکہ کو ورثاء کے درمیان اس ترتیب سے تقسیم کرتی ہے:

(۱) میت کا شریکِ حیات:

(الف) بذریعۂ نکاح شریکِ حیات بنا ہو۔ جیسے شوہر یا بیوی، یا

(ب) بغیر نکاح کے سول پاٹنرشپ کے رجسٹریشن سے شریکِ حیات بنا ہو۔ جیسے: رجسٹرڈ کپل۔

(۲) میت کی شادی یا سول پاٹنرشپ سے ہونے والی اولاد۔

(۳) میت کے پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں۔

(۴) اگر میت غیر شادی شدہ ہو؛ لیکن غیر سول پاٹنرشپ سے اولاد ہوتو، یہ تمام ترکہ کی مستحق ہوگی۔
نوٹ: اولاد میں متبنی بھی شامل ہے۔
(۵) میت کے والدین۔
(۶) میت کے حقیقی بھائی، بہن۔
(۷) میت کے علاتی واخیافی بھائی، بہن۔
(۸) میت کے اجداد۔
(۹) میت کے حقیقی چچا، ماما، پھوپھی، خالہ۔
(۱۰) میت کے علاتی واخیافی چچا، ماما، پھوپھی، خالہ۔
(۱۱) اگر مذکورہ ورثاء نہ ہوں تو تمام ترکہ حکومت کے خزانہ میں منتقل ہوجائے گا۔

(۴) سے (۱۰) تک کے ورثاء میں ترتیب وار کل ترکہ تقسیم ہوگا، ان میں سے اوپر والے کی موجودگی میں نیچے والا محروم ہوجائے گا۔

ان تمام میں سے شریکِ حیات اور شادی وسول پاٹنرشپ سے ہونے والی اولاد پہلے درجہ کے ورثاء ہیں، ان کی موجودگی میں دوسرے حضرات وارث نہیں بنیں گے، ان دو ورثاء میں تقسیم کا طریقۂ کار یوں ہے:

(۱) ورثاء میں صرف شریکِ حیات ہوتو تمام ترکہ اس شریکِ حیات کو ہی ملے گا، چاہے جتنا ترکہ ہو۔

(۲) ورثاء میں شریکِ حیات اور میت کی اولاد ہو اور ترکہ 2,70,000 یورو (یوروپی کرنسی) سے زائد ہوتو 2,70,000 یورو (یوروپی کرنسی) شریکِ حیات کو ملے گا اور بقیا ترکہ میں سے بھی نصف حصہ شریکِ حیات کو ملے گا اور بقیا نصف حصہ تمام مذکرومؤنث اولاد میں برابر تقسیم ہوگا۔

(۳) اگر ورثاء میں صرف اولاد ہوتو تمام ترکہ تمام اولاد میں برابر سرابر تقسیم کردیا جائے گا، اولاد میں حقیقی بیٹے، حقیقی بیٹیاں اور متبنی اولاد بھی شامل ہیں۔

آسٹریلیا (AUSTRALIA) میں میراث لاء

آسٹریلیا میں میت کے ترکہ پر وراثت ٹیکس نہیں ہے، آسٹریلیا کی حکومت ترکہ میں سے تجہیز وتکفین، قرض اور حکومتی ٹیکس کی ادائیگی کے بعد بقیا ترکہ کو میت کی جانب سے ورثاء کے حق میں وصیت نہ کرنے کی صورت میں ورثاء کے درمیان اس ترتیب سے ترکہ تقسیم کرتی ہے:

(۱) میت کا شریکِ حیات:

(الف) بذریعۂ نکاح شریکِ حیات بنا ہو۔ جیسے شوہر یا بیوی، یا

(ب) بغیر نکاح کے ناجائز تعلقات میں رہنے والے شریکِ حیات ہو۔ جیسے: بائے فرینڈ و گل فرینڈ۔

نوٹ: ناجائز تعلق والے شریکِ حیات کے وارث بننے کے لیے شرط ہے کہ اس رشتے میں ۲ سال رہے ہوں یا اس رشتہ میں اولاد ہوئی ہو۔

(۲) میت کی اولاد، اولاد میں متبنی بھی شامل ہے۔

(۳) میت کے والدین۔

(۴) اجداد، بھائی بہن، چچا، ماما، پھوپھی، خالہ اور ان کی اولاد۔

(۵) اگر مذکورہ ورثاء نہ ہوں تو تمام ترکہ حکومت کے خزانہ میں منتقل ہو جائے گا۔

ان میں سے شریکِ حیات اور اولاد پہلے درجہ کے ورثاء ہیں، ان کی موجودگی میں دوسرے حضرات وارث نہیں بنیں گے، ان ورثاء میں تقسیم کا طریقۂ کار یوں ہے:

(۱) ورثاء میں صرف شریکِ حیات ہو تو تمام ترکہ اس شریکِ حیات کو ہی ملے گا۔

(۲) ورثاء میں شریکِ حیات اور میت کی اولاد ہو تو آسٹریلیا کے مختلف ممالک میں مختلف حصے متعین ہیں، کسی ملک میں شریکِ حیات اور اولاد دونوں میں بالکل برابر تقسیم کیا جائے گا، کسی ملک میں شریکِ حیات کو ترکہ میں سے ایک بہت بڑی رقم دی جائے گی اور بقیا اولاد میں تقسیم کر دیا جائے گا اور کسی ملک میں ترکہ کا متعینہ فیصد شریکِ حیات کو دیا جائے گا اور بقیا اولاد میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

نوٹ: آسٹریلیا ایک برِ اعظم ہے، اس کے تحت مختلف مما لک ہیں، اب ان مما لک میں ورثاء میں سے شریکِ حیات اور اولاد موجود ہو تو ترکہ تقسیم کرنے کا طریقۂ کار اور مقدار الگ الگ ہے۔

(۳) اگر ورثاء میں صرف اولاد ہو تو تمام ترکہ تمام اولاد میں برابر سرابر تقسیم کر دیا جائے گا، اولاد میں حقیقی بیٹے، حقیقی بیٹیوں کے ساتھ متبنی اولاد بھی شامل ہیں۔

تقسیم میراث کے احکام تین بنیادی اصولوں پر مبنی ہے

۱۔ قرابت و رشتہ داری: میت سے رشتہ داری جس میں قریب اور بعید کا لحاظ رکھا جاوے گا، قریبی رشتہ داروں کی موجودگی میں دور کے رشتہ دار محروم ہوں گے۔

۲۔ ضرورت: میراث کے حصے حسب ضرورت مقرر کئے گئے ہیں، لڑکوں کی ضرورت لڑکیوں کے

مقابلے میں زیادہ ہے،لڑکیوں کا خرچہ والدین/شوہر/ اولاد کے ذمہ ہے،اُن پر کمانا لازم نہیں ہے،اس کے باوجود عورت والد،شوہر اور اولاد تینوں سے حصہ لیتی ہے ،میت کی اولاد کی ضرورتیں اس کے والدین کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہیں اس لئے میراث میں اولاد کا حصہ زیادہ ہے۔

۳۔ تقسیمِ دولت: دولت خاندانوں میں تقسیم ہو، چند ایک ہاتھوں میں جمع ہو کر نہ رہے:

''كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ''(۱)

تا کہ وہ مال تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے، اسی حکمت کے پیشِ نظر تقسیم میراث کا قانون رکھا گیا۔

اسلام کے نظامِ میراث کی خصوصیات

اسلام کا نظامِ وراثت بہت ہی متوازن، جامع اور ایسا منفرد نظام ہے جو انسانی سماج اور اس کی ضروریات سے ہم آہنگ ہے،جس میں کئی جہتوں کو ملحوظ رکھا گیا، چونکہ یہ انسانوں کا بنایا ہوا قانون نہیں؛ بلکہ انسانوں کو بنانے والے کا بنایا ہوا قانون ہے،اس نے واضح کیا کہ مردوں کی طرح عورتیں بھی نہ صرف انسان ہیں؛ بلکہ وہ دو آنکھوں میں سے ایک آنکھ ہیں،مردوں کی طرح مال وزر کی مالک بننے اور اس میں تصرف کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں،فطری طور پر ہر انسان کو مال سے محبت ہے،اس میں مرد وعورت کی تفریق نہیں، سچ ہے کہ اسلام کے عادلانہ اور منصفانہ نظام پر دنیا کے مفکرین ودانشوران انگشت بہ دنداں اور اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں اور جو جاہل وگنوار ہیں انہیں اعتراض ہوتا ہے۔ چنانچہ:

۱۔عورتوں پر روا رکھے جانے والے مظالم اسے مالِ موروث سمجھے جانے کے رواج کا اسلام نے خاتمہ کیا،وراثت کو مال کے اندر محدود رکھا،اس کے علاوہ کسی اور چیز میں وراثت جاری نہیں ہوتی،جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں رائج تھا، چنانچہ فرمایا:اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو،انہیں اس لئے روک نہ رکھو کہ جو تم نے انہیں دے رکھا ہے،ان میں سے کچھ لے لو، ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کوئی کھلی برائی اور بے حیائی کریں انکے ساتھ اچھے طریقہ سے بودوباش رکھو، گو تم انہیں ناپسند کرو؛لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت بھلائی کردے۔(۲)

۲۔اسلام نے میراث کی تقسیم میں حاجت وضرورت کو مدنظر رکھا، جسے حاجت زیادہ ہے،اسے زیادہ

---

(۱)الحشر:۷

(۲)النساء:۱۹

حصہ دیا اور جسے حاجت کم ہے، اسے کم حصہ دیا، چنانچہ اولاد کو زیادہ اور ماں باپ کو کم دیا ہے، کیونکہ آنے والی نسل کو آگے کی زندگی کے مراحل طے کرنا ہے، جبکہ والدین رخت سفر باندھنے کو ہیں، بعض صورتوں میں عورتوں کے مقابلہ پر مردوں کو دگنا دیا گیا، کیونکہ لڑکا کسی کا شوہر بنے گا تو مہر کی ادائیگی، بیوی کے اخراجات اس پر واجب ہوں گے، بچوں کے اخراجات برداشت کرنے ہوں گے، برخلاف اسکی اگر بہن ہے تو وہ کل کسی کی بیوی بنے گی تو مہر ملے گا اور اس کے تمام اخراجات کی ذمہ داری اس کے شوہر پر ہوگی، اس پر کوئی مالی بوجھ پڑنے والا نہیں ہے۔

۳۔ اسلام نے زوجیت کے رابطے اور تعلق کی بھی قدر کرتے ہوئے اسے عزت کی نگاہ سے دیکھا، اسے وراثت کا سبب قرار دیا ہے، جبکہ یہودی، رومی اور قدیم مشرقی قانون میں بالکل محروم رکھا جاتا تھا۔

۴۔ اسلام نے رشتہ داری کو وراثت کا سبب قرار دیا ہے، روم، و یونان کے قوانین نے اسے سبب وراثت نہیں مانا، جس سے صلہ رحمی کا باب بند ہوجاتا ہے، اسلام نے خاندان کے افراد کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیا کہ انسان کو خاندان کے افراد سے زندگی میں انس ومحبت، ہر فرد دوسرے کی مدد وخدمت کر کے سعادت وخوشی محسوس کرتا ہے۔

۵۔ رشتہ داری کے درمیان تفاوت کو ملحوظ رکھا ہے، سارے رشتہ دار یکساں نہیں ہوتے، اسلام نے وراثت میں اس کا پورا لحاظ رکھا، قدیم مصری قانون میں تمام رشتہ داروں کو یکساں حیثیت حاصل تھی، اسلام نے اس اندھیر نگری اور چوپٹ راجہ کے فیصلے کو مسترد کر دیا اور رشتہ دار کے قرب وبعد کے اعتبار سے ان کے حق وراثت میں تفاوت رکھا، مثلاً لڑکوں کو والدین پر اور والدین کو بھائیوں پر فوقیت دی۔

٦۔ فرانسیسی ورومی قانون نے کسی بھی قسم کے بھائیوں کے تفریق نہیں کی؛ بلکہ سب کو برابر کر دیا۔ جب کہ اسلام نے اس میں تین درجے رکھے ہیں، سگے بھائی، باپ زاد بھائی، ماں زاد بھائی (حقیقی، علاتی واخیافی) ایک ہی ماں باپ سے اس میں اقوی واقرب کی رعایت کی گئی ہے۔

۷۔ اسلام میں اولاد میں بڑے اور چھوٹے میں کوئی حیثیت حاصل نہیں، بلکہ سارے بھائی برابر ہیں، زمانۂ جاہلیت اور قدیم مشرقی اقوام کی طرح بڑے لڑکے اور چھوٹے میں فرق نہیں رکھا، کیونکہ میت سے رشتہ داری میں دونوں برابر کی اولاد ہیں۔

۸۔ اسلام نے ماں، بیوی، بیٹی وغیرہ کو ہر حال میں وارث بنایا کہ یہ میراث وصول کرنے میں کبھی محروم نہیں ہوں گی؛ جبکہ دیگر اقوام میں انہیں کو محروم کیا گیا، خواہ وہ عورت ماں ہی کیوں نہ ہو، جو کرب والم کے ان لمحات سے گذری ہو جن میں وہ اپنے بچے کو جنم دیتی ہے۔

تقسیم میراث کی حکمت علم الٰہی میں ہے

احکام میراث کا ذکر کرتے ہوئے خاص طور پر متنبہ کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ باخبر بھی ہیں اور حکمتوں سے واقف بھی ہیں یعنی میراث کے احکام سراسر علم وحکمت پر مبنی ہیں؛ اس لئے چاہے تمہاری عقل مانے یا نہ مانے، اس پر عمل کرو اور یقین رکھو کہ یہی حکمت ومصلحت کے عین مطابق ہے! ہماری عقل اس کی گہرائی تک پہنچ نہیں سکتی، اس لیے فرمایا: ”تم نہیں جانتے کہ تمھارے ماں باپ اور تمھاری اولاد میں سے کون نفع کے لحاظ سے تمھارے قریب تر ہیں، یہ حصے اللہ نے مقرر کر دیے ہیں اور اللہ یقیناً سب حقیقتوں سے واقف اور تمھاری مصلحتوں کا جاننے والا ہے۔(۱)

تقسیم جائداد کی حکمت

”اسلامی معاشرے اور حکومت کی معاشی پالیسی کا یہ بنیادی قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہئے، ایسا نہ ہو کہ مال صرف مالداروں ہی میں گھومتا رہے یا امیر روز بروز امیر تر اور غریب روز بروز غریب تر ہوتے چلے جائیں۔ قرآن مجید میں اس پالیسی کو صرف بیان کرنے پر اکتفاء نہیں کیا گیا ہے؛ بلکہ اِسی مقصد کے لئے سود حرام کیا گیا ہے، زکاۃ فرض کی گئی ہے، اموالِ غنیمت میں سے خُمس نکالنے کا حکم دیا گیا ہے، صدقاتِ نافلہ کی جگہ جگہ تلقین کی گئی ہے، مختلف قسم کے کفاروں کی ایسی صورتیں تجویز کی گئی ہیں، جن سے دولت کے بہاؤ کا رُخ معاشرے کے غریب طبقات کی طرف پھیر دیا جائے، میراث کا ایسا قانون بنایا گیا ہے کہ ہر مرنے والے کی چھوڑی ہوئی دولت زیادہ سے زیادہ وسیع دائرے میں پھیل جائے، اخلاقی حیثیت سے بخل کو سخت قابلِ مذمّت اور فیاضی کو بہترین صفت قرار دیا گیا ہے، خوشحال طبقوں کو سمجھایا گیا ہے کہ اُن کے مال میں سائل اور محروم کا حق ہے، جسے خیرات نہیں بلکہ اُن کا حق سمجھ کر ہی ادا کرنا چاہئے، اور اسلامی حکومت کی آمدنی کے ایک بہت بڑے ذریعہ، یعنی فَے کے متعلق یہ قانون مقرر کر دیا گیا ہے کہ اس کا ایک حصہ لازماً معاشرے کے غریب طبقات کو سہارا دینے کے لئے صرف کیا جائے“(۲)

(۱) النساء :۱۱

(۲) تفہیم القرآن: ۵/ ۳۹۳، ادارہ ترجمان القرآن لاہور

قاتل میراث سے محروم رہے گا

اگر کسی وارث نے اپنے مورث کو قتل کر دیا تو قاتل کو مقتول کے ترکہ میں کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ ''القَاتِلُ لاَ يَرِثُ''(۱) اگر قاتل کے میراث کے حق کو ساقط نہ کیا گیا تو لوگ مال کی محبت میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو قتل کرنا شروع کر دیں گے اور آج کل تو یہ مشاہدے میں بھی آچکا ہے کہ زمین کے ٹکڑے کے لئے بھائی نے بھائی کو، بھتیجے نے چچا کو، چچا نے بھتیجے کو، ماموں نے بھانجے کو اور بھانجے نے ماموں کو قتل کر دیا ہے، نتیجے میں صلہ رحمی کا نام ونشان ہی مٹ جائے گا، امن وامان ختم ہو جائے گا، ہر شخص اپنے ہی ورثاء سے خطرے محسوس کرے گا کہ کسی بھی وقت یہ مجھے قتل کر سکتے ہیں اور ایسے خطروں کا مشاہدہ بھی ہوتا رہتا ہے، عموماً جو لوگ زیادہ مالدار ہوتے ہیں، وہ ایسے خطروں کی وجہ سے ہی وکیل کی موجودگی میں اپنے جائداد و دولت کا عہد نامہ تیار کرواتے ہیں کہ فلاں فلاں کو دیا جائے اور دولت کی لالچ میں فلاں سے اس کی جان کو خطرہ ہے؛ لہٰذا اسے نہ دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔

غور کریں تو محسوس ہوگا کہ یہ قانون انسانیت کے تحفظ کا قانون ہے، اگر یہ قانون نہ ہوتا تو ہر گھر اور خاندان کے اندر اپنے ہی ورثاء سے لوگ بدگمانی میں جیتے، اپنوں پر سے ہی اعتماد اُٹھ جاتا، ہر ایک اپنے ورثاء کو قاتل کی نظر سے دیکھتا، تصور نہیں کیا جا سکتا کہ ایسی صورتحال میں انسانی زندگی کس کرب سے گذرے گی۔

کافر مسلمان کا وارث نہیں

اختلاف دین موانع میراث میں سے ہے، مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہو سکتا اور کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔

''لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ''(۲)

جمہور علمائے اُمت کی یہی رائے ہے کہ کافروں کے جتنے بھی فرقے ہیں وہ سب ایک ہی ملت ہے، اس لئے یہودی، نصرانی، مشرک میں سے کوئی بھی مسلمان کا وارث تو بالاتفاق نہیں بن سکتا۔

میراث کا قانون اللہ کا مسلمانوں پر عظیم احسان ہے، اور اس احسان سے وہی لوگ استفادہ کر سکتے

(۱) ترمذی حدیث نمبر: ۲۱۰۹، دار الغرب الاسلامی

(۲) بخاری شریف حدیث نمبر: ۶۷۶۴

ہیں جو اسلام کے قلعے میں داخل ہو، غیر مسلم اور مرتد اس خاندان کا فرد ہی نہیں رہا، جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان خاندان سے نکال دیا گیا۔

ویسے بھی غیر مسلم اپنے مسلمان رشتہ دار کو کچھ بھی دینے تیار نہیں ہوتے؛ اگر مسلمان وارث کو اپنا حق اُن سے لینا ضروری کر دیا جاتا تو یہ ایک فتنہ اور لڑائی جھگڑوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا، بلکہ میراث کی وجہ سے قومی و مذہبی جنگیں چھڑ جانے کا اندیشہ ہے، اختلاف دین کو مانعِ ارث بنانا بھی ایک نعمت ہے۔

نیز مورث کی موت کے وقت غیر مسلم تھا، بعد میں مسلمان ہو جائے تو بھی وارث نہیں بنے گا، کیونکہ میراث کا حق قائم ہوتے وقت یہ حقدار نہیں تھا، ورنہ غیر مسلم وارث محض میراث پانے کے لیے اسلام قبول کرلے گا، میراث ملنے کے بعد مرتد ہو جائے گا تو مال کا مسلمان ہے یا دل کا مسلمان ہے، پتہ نہیں چلے گا۔

البتہ مسلمان مورث اپنی حیات میں غیر مسلم رشتہ دار کو اپنے مال سے اس کی ضرورتیں پورا کر سکتا ہے، یہ صلہ رحمی میں داخل ہے، اور حدیث میں میراث سے منع کیا گیا ہے نہ کہ صلہ رحمی سے۔

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا(۱)

ہندوستان میں غیر مسلم اور مسلمان کا وارث ہونا، فقہ اکیڈمی کا فتوی

تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ غیر مسلم کسی بھی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا؛ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ مسلمان کسی غیر مسلم کا وارث بن سکتا ہے یا نہیں۔ امت کا ایک بڑا طبقہ جمہور صحابہ و تابعین اور آئمہ اربع اور جمہور فقہاء کے نزدیک جس طرح غیر مسلم کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا، اسی طرح مسلمان بھی کسی غیر مسلم کا وارث نہیں بن سکتا، فتوی اسی پر ہے اور یہی قول زیر عمل ہے؛ البتہ صحابہ کی ایک جماعت حضرت معاذ ابن جبل، حضرت معاویہ ابن سفیان رضی اللہ عنہما اور تابعین میں سے حضرت امام حسن بصری، سعید ابن مسعیب رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ ان حضرات کے نزدیک کافر تو مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا؛ مگر مسلمان کافر کا وارث بن سکتا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے اس کو بلند فرمایا مسلمانوں کو کافروں کے مقابلے میں عزت اور شرف عطا فرمایا۔

غیر مسلم ممالک میں خصوصاً ہندوستان جیسے ملک میں اس وقت بعض صورتیں ایسی درپیش ہیں کہ بعض

---

(۱) لقمان:۱۵

مرتبہ مسلمان مورث کی حیثیت میں ہوتے ہیں اور کسی غیر مسلم وارث کی اس سے ایسی رشتہ داری ہوتی ہے کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسے بھی حق میراث حاصل ہوتا۔ قانون کے ذریعے اس مسلمان کے مال سے اس کے غیر مسلم رشتہ دار کو حصہ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر مورث غیر مسلم ہو اور اس کا مسلمان رشتے دار ہو تو قانون اسے وراثت میں حق دلاتا ہے۔ اگر وہ نہ لے تو ترکیات دوسرے غیر مسلم رشتہ داروں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

دعوتی نقطہ نظر سے بھی دیکھا جائے تو اس مسئلے کی بڑی اہمیت ہے کہ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے وہ اپنے مالدار والد یا والدہ کے ترکہ سے بالکل محروم ہو جائے گا تو مادیت کے غلبے کی وجہ سے یہ بات اس کے قبول اسلام میں رکاوٹ بن سکتی ہے اور بعض مرتبہ اسے سخت معاشی تنگی سے گزرنا پڑتا ہے اور یہ تنگی اس کے استقامت میں خلل پیدا کرسکتی ہے، تب بھی اس کے جیسے بہت سے لوگ جو کسی درجے میں اسلام کی طرف راغب ہوتے ہیں، اس کی معاشی بدحالی کو دیکھ کر اپنے قدم روک سکتے ہیں۔ خاص کر ہندوستان میں اس طرح کے واقعات سے وہ لوگ گزرتے رہتے ہیں جو دعوت دین کے کام کی طرف متوجہ ہوں، اس تناظر میں غیر مسلم مما لک میں پیش آمادہ مسائل اور مشکلات میں دینی مصلحت کے پیش نظر فریق ثانی کی رائے پر عمل کرتے ہوئے اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایسے غیر مسلم مما لک جہاں مسلمان سے غیر مسلم رشتہ دار کو اور غیر مسلم سے مسلمان رشتہ دار کو ملکی قانون کے مطابق موت کے بعد چھوڑے ہوئے مال میں حصہ دلایا جاتا ہو، وہاں مسلمان کے لیے اس حیثیت سے اس کا لینا جائز ہو گا کہ اسے حکومت کی طرف سے ملا ہوا مال سمجھا جائے۔ (۱)

مرد وعورت کے حصوں میں فرق کیوں ہے؟

[۱] بنیادی بات تو یہ ہے کہ ایسا تمام حالتوں میں نہیں، بلکہ وراثت کی کل تیس صورتوں میں سے صرف چار صورتوں میں عورت کا حصہ مرد سے کم ہے، باقی ۲۶/ صورتوں میں یا تو مردوں کے برابر ہے یا مردوں سے زیادہ ہے یا عورتوں کے لئے حصہ ہے، مردوں کے لئے نہیں ہے۔ صرف چار صوتیں ایسی ہیں جن میں مردوں کو دگنا اور عورتوں کو مردوں کے مقابلہ پر نصف ملتا ہے، اس سے اندازہ کرلیں کیا یہ عورت پر ناانصافی ہے؟

[۲] حیرت یہ ہے کہ اعتراض ان لوگوں کی طرف سے ہے، جن کے اپنے مذہب میں عورت کو وراثت

(۱) میراث وصیت سے متعلق بعض مسائل، فقہ اکیڈمی انڈیا، ص: ۱۳، ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی

میں کوئی حصہ نہیں دیا جاتا ہے، جسکی تفصیل گذر چکی۔

[۳] وراثت سے حصہ پانے والے اصحابِ فرائض میں مرد کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے، جہاں چار مرد: باپ، دادا، ماں شریک بھائی، اور شوہر حصے دار اور ذوی الفرض ہوتے ہیں وہیں آٹھ عورتوں: بیوی، بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، باپ شریک بہن، ماں شریک بہن، ماں، دادی یا نانی کو ذوی الفروض بنایا ہے، ایسے مثالی حقوق دیے جو نہ کسی مذہب میں دیے گئے اور نہ کسی تہذیب میں اسکا ذکر ہے۔

[۴] وارثوں میں چھ قسم کے لوگ کبھی بھی محروم نہیں ہونگے:۔ ا۔ باپ ۲۔ ماں ۳۔ بیٹا ۴۔ بیٹی ۵۔ شوہر ٦۔ بیوی، کیونکہ میراث کا قانون قُرب اور بُعد پر مبنی ہے، اگر کسی میت کے قریبی ورثاء موجود ہونگے تو دور کے ورثاء محروم ہوں گے، یہ چھ ورثاء ایسے ہیں، جن کی موجودگی میں یہی میت کے سب سے زیادہ قریب ہیں اوران سے زیادہ کوئی قریب نہیں ہے، میت اوران کے درمیان کوئی ایسا حاجب نہیں ہے جس کی موجودگی میں ان میں سے کوئی محروم ہوجائے، دیگر اقوام میں اس مصلحت کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔

[۵] غیروں کا اسلام پر اعتراض اسلامی احکام کی حکمتوں اور فلسفۂ میراث کے قواعد وضوابط سے ناواقفیت اور لاعلمی کی بنیاد پر ہے، جاہلوں کے اعتراض کی مثال اندھے کا سورج کو منہ چڑھانے کی طرح ہے۔

[٦] اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ احمقوں کے نزدیک عورت صرف بہن اور بیٹی ہے، کیونکہ بیٹے اور بھائی کے مقابلہ پر انہیں آدھا ملتا ہے، شریعت کی نظر میں عورت عام ہے خواہ بیٹی، بہن کی صورت میں ہو یا ماں اور بیوی کی صورت میں ہو یا دادی و پوتی کی صورت میں ہو یا علاتی واخیافی بہن کی صورت میں ہو، یہ بھی عورتیں ہیں، انکو مرد کے مقابلے میں کتنا ملتا ہے اور انکے مقابلے میں مرد کو کتنا ملتا ہے وہ بھی دیکھ لیں۔

ا۔ مرد وعورت دونوں کو برابر: میراث میں اولاد کے رہتے ہوئے والدین میں سے ہر ایک کا حصہ برابر ہوتا ہے، یہاں بھی باپ مرد ہے پھر بھی عورت کے برابر ہی حصہ مل رہا ہے۔

''وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ''(۱)

چونکہ مذکورہ صورت میں والد پر معاشی ذمہ داریاں کم یا ختم ہیں، اس لیے کہ جس شخص کی اولاد بھی صاحبِ اولاد ہو اس کی معاشی ذمہ داری بڑی حد تک کم یا بالکل ختم ہوجاتی ہیں، اس کی حیثیت بالعموم اپنے پوتوں پوتیوں کے سر پرست کی ہوتی ہے، لیکن اگر میّت کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کا باپ صاحبِ اولاد ہو (میّت کے بھائی بہن ہوں) تو اس صورت میں اس (میّت کے باپ) کی معاشی ذمہ داری ہوسکتی ہے،

---

(۱) النساء: ۱۱

اس لئے باپ کا حصہ ماں سے زیادہ رکھا گیا ہے کہ ماں کو ایک سدس اور باپ کو عصبہ ہونے کی وجہ سے بقیا حصہ ملتا ہے۔

☆کلالہ کی صورت میں اخیافی بھائیوں اور بہنوں کو انفرادی صورت میں برابر سدس اور تعدد کی صورتوں میں ثلث ملتا ہے، چنانچہ اگر کوئی متوفی عورت اپنے پیچھے شوہر، ماں، اخیافی بھائی اور اخیافی بہن چھوڑتی ہے تو شوہر کو نصف ملتا، ماں کو سدس ملتا، اخیافی بھائی اور بہن کو ثلث ملتا ہے، اس ثلث کو وہ آپس میں برابر تقسیم کرنے کے پابند ہوں گے، یہاں بھی مرد وعورت کو برابر مل رہا ہے۔

"وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ"(۱)

۲۔مرد کو کم عورت کو زیادہ: اگر کسی شخص نے اپنے وارثین میں بیوی، بیٹی، ماں اور ایک حقیقی بھائی چھوڑا تو پورے ترکہ کو چوبیس مساوی حصوں میں تقسیم کر کے تین حصے بیوی کو، چار حصے ماں کو، پانچ حصے حقیقی بھائی کو اور بارہ حصے بیٹی کو ملیں گے، غور کریں یہاں عورت (بیٹی) کو بارہ حصے، اور مرد (حقیقی بھائی) کو صرف پانچ حصے ملے ہیں، عورت کو زیادہ حصہ شریعت نے دیا ہے۔

☆اگر عورت نے اپنے وارثین میں شوہر، بیٹی، حقیقی بہن چھوڑی ہے تو اس کے ترکہ کو چار مساوی حصوں میں تقسیم کر کے شوہر کو ایک حصہ، بیٹی کو دو حصے اور حقیقی بہن کو ایک حصہ دیا جائے گا، یہاں بھی عورت (بیٹی) کو مرد (شوہر) سے زیادہ حصہ دیا گیا ہے۔

۳۔مرد محروم عورت وارث: اگر کسی مرد نے اپنے وارثین میں ماں، دو بیٹیاں، دو علاتی بہنیں (باپ کی جانب کی بہنیں) اور ایک اخیافی بھائی (ماں کی جانب کا بھائی) چھوڑا ہے تو اس کا ترکہ بارہ مساوی حصوں میں تقسیم ہو کر ماں کو دو حصے اور دو بیٹیوں کو آٹھ حصے یعنی ہر ایک کو چار چار حصے، اور دو علاتی بہنوں کو ایک ایک حصہ ملے گا، اور اخیافی بھائی کو علاتی بہنوں کی موجودگی کی وجہ سے کچھ نہیں ملے گا، یہاں عورت وارث بن رہی ہے اور مرد محروم ہو رہا ہے۔

اگر مرنے والی عورت نے اپنے وارثین میں شوہر، بیٹی، پوتا اور ماں باپ چھوڑی ہو تو اس کا ترکہ تیرہ مساوی حصوں میں تقسیم ہوگا، جن میں سے ماں کو دو حصے، باپ کو دو حصے، شوہر کو تین حصے، بیٹی کو چھ حصے، جبکہ

(۱) النساء: ۱۲

پوتا محروم ہو جائے گا، اگر یہاں پوتے کی جگہ پوتی ہوتی تو وارث بنتی ہے۔
۴۔ مرد کو زیادہ عورت کو کم: اگر مرد یا عورت کے وارثین میں بیٹا اور بیٹی ہو تو مرد کو عورت کے مقابلہ میں دو گنا حصہ ملتا ہے۔

"يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ"(۱)

☆ یا وارثین میں اولاد بالکل نہ ہو بلکہ بہن اور بھائی ہوں، تو مرد کو عورت کے حصہ سے دو گنا حصہ ملے گا۔

"وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ"(۲)

اس کی حکمت اور اسلامی قانونِ وراثت کی منفرد شان وخصوصیت ہے کہ حقوق اور ذمہ داریوں کے توازن کو باقی رکھا گیا، مردوں پر نفقہ، اخراجات جیسی اہم ذمہ داریاں ہیں، یہ ذمہ داریاں عورتوں پر نہیں ہیں، بچپن میں باپ کی کفالت، جوانی میں شادی کے بعد شوہر کے ذمّے اور بڑھاپے میں اولاد کے ذمے، بنا خرچ کے جس قدر بھی مال ہو سب محفوظ رہتا ہے، اگر مرد کو عورت کے برابر حصہ دیا جاتا تو یہ ناانصافی ہوتی، غور کریں کہ عورت کی کفالت کی ذمہ داری تو مردوں پر ہے کہ اس پر خرچ کریں، عورتوں پر کسی طرح بھی خرچ کرنے کی ذمہ داری نہیں ہے، اس صورت میں مرد کو دو گنا دینا عین انصاف ہے۔

"الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ"(۳)

☆ زوجین کی میراث میں شوہر کو بیوی سے دو گنا حصہ ملتا ہے، مثلاً عورت مر جائے، اسکی کوئی اولاد نہ ہو تو شوہر کو ترکہ سے نصف ملے گا وجہ بھی واضح ہے کہ شوہر کے ذمہ بیوی اور بچوں کی کفالت بھی ہے۔

"وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ"(۴)

☆ اگر مرنے والے شخص نے ماں، باپ اور ایک بیٹی چھوڑا تو ترکہ کو چھ حصوں میں تقسیم کر کے اس کی بیٹی کو نصف (تین حصے) اس کی ماں کو چھٹا (ایک حصہ) اور اس کے باپ کو چھٹے حصہ (ایک حصہ) کے ساتھ بقیہ ایک حصہ بھی عصبہ ہونے کی وجہ سے ملے گا، یہاں مرد (باپ) کو عورت (ماں) سے دو گنا حصہ ملتا ہے؛ جبکہ بیٹی کو تو باپ کے مقابلہ میں زیادہ مل رہا ہے۔

---

(۱) النساء: ۱۱
(۲) النساء: ۱۷۶
(۳) النساء: ۳۴
(۴) النساء: ۱۲

خلاصہ یہ ہے کہ دس یا اس سے زیادہ حالتیں ایسی ہیں جس میں عورت مرد سے زیادہ ترکہ پاتی ہے اور کچھ حالتیں تو ایسی ہیں جن میں عورت وارث ہوتی ہے اور مرد محروم رہتا ہے، اسلام نے میراث میں عورت کا حصہ مقرر کیا اور اس حوالے سے ظلم کی تمام صورتوں کو ختم کیا؛ بلکہ معاشرے کے کمزور سے کمزور طبقے تک وراثت کی تقسیم کو پہنچایا گیا ہے۔

مسئلہ صرف پوتے کی وراثت کا نہیں ہے

۱۔ پہلی اہم بات یہ ہے کہ یتیم پوتا اپنے باپ کا وارث ہے نہ کہ دادا کا، ورنہ پھر زندہ بیٹوں کے بیٹے کیوں محروم رہیں گے؟ اگر ایک پوتا حصہ لیتا ہے تو دوسرے پوتے کیوں محروم ہیں، باپ ہو یا نہ ہو یہ الگ بات ہے، پوتا ہونے میں تو سب برابر ہیں تو پھر وہی پوتا جس کا باپ نہیں ہے وہ وارث بنے اور وہ پوتا جس کا باپ ہے وارث کیوں نہ بنے؟ ظاہر ہے ایسی استثنائی صورت کے لیے شریعت نے وصیت کا راستہ نکالا ہے۔

۲۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہر بیٹا اپنے باپ کی میراث کا وارث ایک ہی دفعہ ہوسکتا ہے؛ کیونکہ باپ ایک ہی ہوتا ہے، اسی طرح جب پوتے کا اپنا باپ مرا تو پوتا اپنے باپ کا وارث بنا، پھر دوسری مرتبہ یہ دادا کی میراث سے باپ کے حصے کا وارث کیسے بن سکتا ہے؟

۳۔ بنیادی اصول یہ ہے کہ حق میراث قرب اور بعد کی بنیاد پر ہوتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (۱)

لہذا الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ (۲) حقدار ہوگا اور بعید تر محروم ہوگا، میراث میں قائم مقامی (Representation) نہیں؛ بلکہ قرب وبعد کا اعتبار ہے، لہذا مردہ کی براہ راست اولاد موجود ہے تو بالواسطہ اولاد کو حصہ نہیں ملے گا۔

۴۔ یہ کہنا کہ ''جب باپ کی غیر موجودگی میں دادا وارث ہوتا ہے تو اسی طرح بیٹے کی غیر موجودگی میں پوتا اس کے قائم مقام کی حیثیت سے وارث ہونا چاہئے'' نامعقول بات ہے۔

اس لئے کہ یہ بات تب درست ہوتی کہ جب ایک آدمی بیک وقت تین، چار آدمیوں کا بیٹا ہوتا اور ان میں سے ایک کے مرجانے سے دادا کو حصہ پہنچتا یا پھر ایک آدمی کی زندگی میں اس کی ساری اولاد فوت

(۱) النساء: ۷

(۲) شامی ۶ / ۷۷۴

ہوجانے پر اس کے پوتوں کو حصہ نہ ملتا۔

۵۔ میراث میں قائم مقامی کا اصول نامعقولیت ہے، کیونکہ اگر تمام مرے ہوئے لوگوں کے بچے یا دوسرے رشتہ دار اپنے اپنے متوفی رشتہ دار کے قائم مقام بن جائیں گے تو زندہ موجودہ براہ راست ورثاء کو کیا ملیگا؟

نیز قائم مقامی کی حد کہاں تک رہے گی؟ ہر کسی کو قائم مقامی کا حق ملنا چاہئے، ساس، سسر، سالے، مرے ہوئے چھوٹے بچوں کی ماں، یہ سب کیوں قائم مقامی کے حق سے محروم رہیں گے؟

قائم مقامی میں انصاف باقی نہیں رہتا، مثلاً: ایک شخص کے دو بیٹے اس کی زندگی میں فوت ہوگئے، ان میں سے ایک کا صرف ایک بچہ ہے اور دوسرے کے چار، اسلامی قانون کے لحاظ سے ان سب کا برابر حصہ ہے، کسی کو کم یا زیادہ نہیں ہے، اگر قائم مقامی کا قانون چلے تو یہ اپنے اپنے باپ کے قائم مقام بن کر باپ کا حصہ لینے والے ہوں گے، تو پورے ترکہ سے آدھا حصہ ایک بچے کو اور آدھا حصہ چاروں کو ملے گا، اس میں ایک پوتے کی خیرخواہی اور چار کے ساتھ ناانصافی ہوئی۔

۶۔ مسئلہ صرف یتیم پوتے کا نہیں، یتیم پوتیوں کا بھی ہے، اُن یتیم بچوں اور بچیوں کا ہے، ان بچوں اور بچیوں کی بیوہ ماں کا ہے، ظلم کی حد تو یہ کہ بیوہ کو لوگ عدت گزارنے کے بعد ایسا رکھتے ہیں، جیسے خود بخود ان کے نکاح میں آ گئی، اُس کو دوسرے نکاح کا بھی حق نہیں دیتے، اسے اپنی ناک کا مسئلہ سمجھتے ہیں، بیوہ کے یتیم بچوں، بچیوں کو اپنی میراث سمجھ کر آپس میں تقسیم کر دیتے ہیں، بعض دفعہ ایسا دردناک سلوک کہ شوہر کی وفات کے چند دن بعد کسی بہانے سے اس بیوہ خاتون کو اپنے بچوں سمیت اپنے والدین کے گھر بھیج کر واپسی پر اُس کے لئے گھر کے دروازے بند کر دیتے، پوتے پر جھوٹا رحم کرنے والوں کو لاولد بیٹوں کی بیویوں کی میراث کا مطالبہ کرنا کیوں سمجھ میں نہیں آتا؟

فائدہ: اگر کسی خاندان میں خصوصا جہاں Joint family system ہے، اگر کوئی باپ کچھ مال چھوڑے بغیر مر جائے اور سارا مال دادا کی ملکیت میں ہو تو ایسی صورت میں دادا اپنے پوتوں کے لئے اپنے مال کے ایک تہائی حصے کی وصیت کر سکتا ہے۔

متبنیٰ (لے پالک) کی میراث کا مسئلہ

شریعتِ اسلام کی خاصیت یہ ہے کہ اسلام رشتوں کی قدر کرتا ہے، رشتوں کی حقیقت سمجھتا ہے اور اس کو اہمیت بخشتا ہے، آج کل کے دنیوی ماحول کی طرح رشتوں کو نظرانداز کرنے کا ظالمانہ تصور اسلام نہیں

رکھتا، اسی وجہ سے اسلام نے اس چیز کا اہتمام کیا ہے کہ انسان کا حسب ونسب، رشتہ وتعلق کی حفاظت کی جائے اور انسان کا نسب محفوظ رہے، انسان کے نسب کو بھلا دینا یا نسب کو کوئی اہمیت نہیں دینا اور حقیر سمجھنا، یہ اسلامی تصور نہیں ہے؛ بلکہ آج کے ظالمانہ معاشرہ کا دستور ورواج ہے۔

جو خونی اور نسبی رشتے ہیں، اسلام نے انہیں برقرار رکھا اور انصاف واعتدال سے کام لیا کہ جو غیر نسبی ہیں انہیں نسبی نہیں قرار دیا؛ لیکن آج کے موڈرن زمانے نے انسانیت پر یہ ظلم کیا ہے کہ اس کے نسب ورشتے کی کوئی رعایت نہیں کی؛ بلکہ رشتے اور نسب کے اعلی نظام کو درہم برہم کر کے رکھ دیا، نسبی رشتے کی کوئی حیثیت وحقیقت باقی نہیں چھوڑی اور نتیجہ یہ ہوا کہ نسبی نظام برباد ہو گیا۔

اسی نسبی نظام میں سے ایک مسئلہ متبنی یعنی لے پالک اولاد کا ہے، آج کی ظالم دنیا نے لے پالک سے اس کے حقیقی ماں باپ چھین لیے، اس کے حقیقی ماں باپ سے اس بچے کا تعلق ہی ختم کر دیا، اس کے اصلی والدین کی پہچان ہی بھلا کر رکھ دی، اس کے ماں باپ سے ولدیت کا حق چھین لیا گیا اور جو حضرات اسے گود لے کر بیٹا بناتے ہیں، انہیں اس کے والدین قرار دیدیا اور اس بچے کو ان کا بیٹا بنا دیا؛ جب کہ اسلام اس ظلم کو برداشت نہیں کرتا ہے، اسلام کا عادلانہ اور منصفانہ نظام وفیصلہ یہی ہے کہ اس کو پیدا کرنے والے ہی اس کے حقیقی ماں باپ ہیں، ان سے ولدیت کا اعلی حق ہر گز نہیں چھینا جا سکتا، اسی طرح یہ لے پالک بچہ بھی اس کے حقیقی والدین کا ہی بیٹا یا بیٹی مانا جائے گا، اس کی پرورش کرنے والے ذمہ داران اور سرپرستوں کو اس کے والدین نہیں قرار دیا جا سکتا؛ کیوں کہ اسلام میں نسب ورشتہ بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی پرورش کرنے والے، اس کی دیکھ بال اور تعلیم وغیرہ کی ذمہ داریوں کو انجام دینے والوں کی حیثیت محض سرپرست اور خیر خواہ دوست کی سی ہے؛ نہ کہ انہیں حقیقی والدین کا درجہ حاصل ہوگا؛ کیوں کہ محض زبان سے کہہ دینے اور دل سے کسی کو بیٹا مان لینے سے وہ اس کا بیٹا نہیں بن جاتا، وہ تو اس کو پیدا کرنے والے والدین کا ہی بیٹا شمار ہوگا۔

اسلام کے اسی عادلانہ نظام نے نسب ورشتوں کی حفاظت کے لیے متبنی (لے پالک) کو اس کے حقیقی والدین کا وارث تو قرار دیا؛ لیکن اس کی پرورش کرنے والے سرپرست کا وارث قرار نہیں دیا؛ کیوں کہ سرپرست کے وارث، اس کے وہ رشتہ دار ہوں گے، جو اس سے قریب ہوں اور متبنی زیرِ سرپرستی تو ہے؛ لیکن اس کا قریبی رشتہ دار نہیں ہے، اس لیے وارث نہیں بنے گا؛ نیز متبنی کو وارث بنانے میں میت کے حقیقی بیٹوں کا نقصان ہے؛ کیوں کہ بسا اوقات کسی کے پاس زیادہ مال ہوتا ہے تو وہ زیادہ بچوں کو لے پالک بنا لیتے ہیں اور متبنی کو ترکہ میں سے حصہ دیا جائے تو ورثاء کو ضرر لاحق ہوگا قریبی رشتہ دار ہونے کے باوجود؛

ہاں اگر متبنی کا میت سے عصبہ کا رشتہ بھی ہو تو متبنی عصبہ ہونے کی وجہ سے تو وارث بنے گا؛ مگر لے پالک اولاد کی حیثیت سے وارث نہیں بنے گا، جیسے بھتیجے کو متبنی بنا لیا ہو اور میت کے بیٹے (فروع)، باپ (اصول) اور میت کے بھائیوں میں سے کوئی بھی عصبہ بننے والا باحیات نہ ہو تو یہ متبنی بھتیجہ عصبہ ہونے کی وجہ سے وارث بن کر عصبہ کا حصہ لے گا۔

فائدہ: شریعتِ مطہرہ نے متبنی (لے پالک) کو اپنے سرپرست کا وارث تو قرار نہیں دیا؛ لیکن اس کو بالکل ہر اعتبار سے محروم بھی نہیں کیا؛ بلکہ اس کو مال دینے کے ۲/ راستے ہموار بھی کیے ہیں۔ (۱) ہبہ یعنی تحفہ: میت کو اختیار ہے وہ اپنی زندگی میں جتنا چاہے، جس کو چاہے، مال ہبہ کرسکتا ہے، اسی طرح میت اپنے متبنی لڑکے کو بھی مال ہبہ کرسکتا ہے؛ جب کہ ورثاء کو ضرر پہنچانے کا ارادہ نہ ہو۔ (۲) وصیت: انسان کو اختیار رہے کہ وہ اپنے لے پالک اولاد کو مال کے ایک تہائی حصے تک کی وصیت کرسکتا ہے؛ کیوں کہ لے پالک غیر وارث ہوتا ہے اور غیر وارث کے حق میں وصیت درست بھی ہے۔